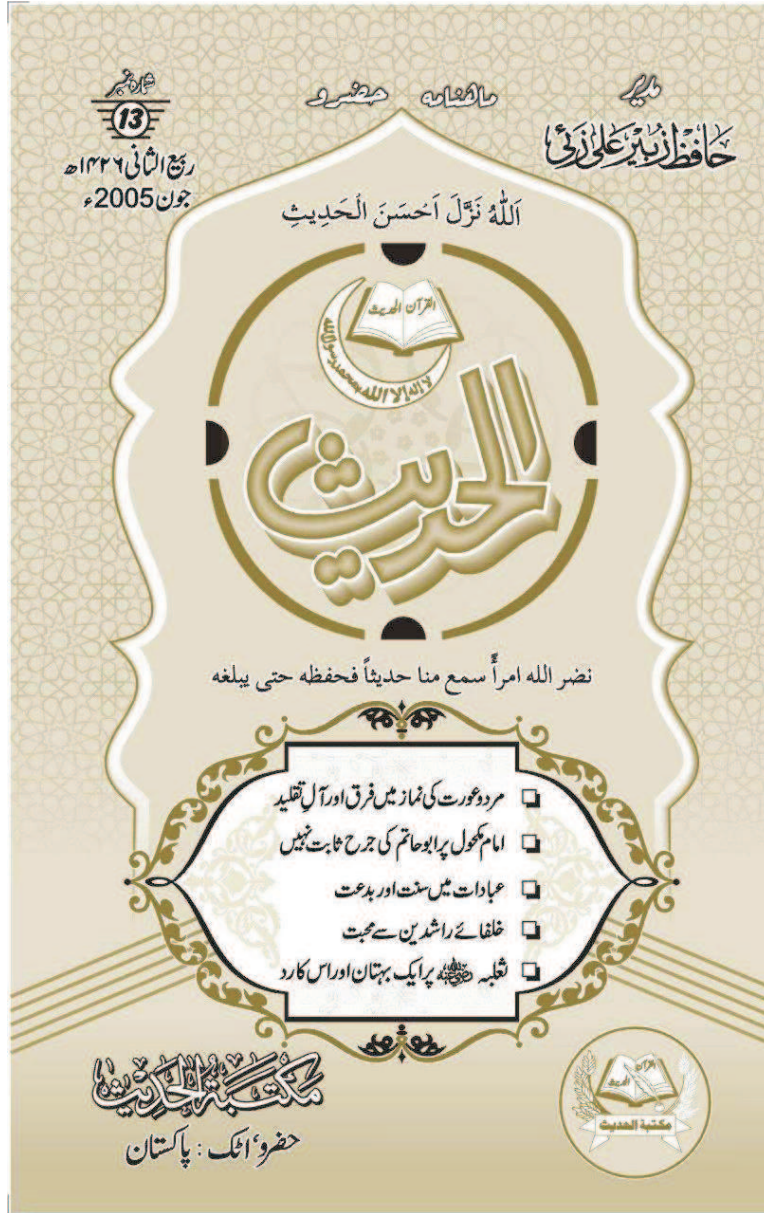


MAKTABA TUL HADITH HAZRO

By Alhadith at 11:31:54 PM, 2/25/2015



حافظ ندیم ظہیر

کلمۃ الحدیث

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں....

توحید و سنت کے احیاء اور شرک و بدعت کے استیصال کے لئے دین اسلام میں جو تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ وہ بہت ہی جامع و اہم ہیں۔ سدّ ذرائع کے تحت تمام وہ رخنے بند کر دیئے گئے ہیں جن سے شرک کی بوا سکتی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اللہم لا تجعل قبری وثناً“ اے اللہ میری قبر کو وثن (عبادت گاہ) نہ بنانا۔ اللہ کی لعنت ہے ایسی قوم پر جنہوں نے انبیاء کی قبروں کو مساجد (سجدہ گاہ) بنایا۔ [مسند حمیدی: ۱۰۳۱ و سندہ حسن تحقیق شیخنا حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ]

کائنات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر مکرم و معظم اور محبوب کون ہے؟ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر کو ”عبادت گاہ نہ بنائے جانے“ کی دعا فرما رہے ہیں تو یہ کسی دوسرے کے لئے کیسے جائز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر (مجاور بن کر) بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع کیا ہے۔ [مسلم: ۹۷۰] بلکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں (پر بنی ہوئی عمارتوں) کو (گرانے اور انہیں) برابر کرنے کے لئے بھیجا تھا [مسلم: ۹۶۹] لیکن ”یہاں لنگا الٹی بہتی ہے“ اقتدار کی حرص اور کرسی کی سلامتی کے لئے مزارات وسیع و عریض کئے جا رہے ہیں قبروں پر کمپلیکس تعمیر ہو رہے ہیں بلکہ بعض قبروں پر تو حرم (بیت اللہ) کے برآمدے کی نقل اتاری گئی ہے۔ اس کے باوجود کہ ان سے پہلے جو لوگ ان امور میں سرگرم تھے وہ تاحال ”نشانِ عبرت“ بنے ہوئے ہیں۔

کیونکہ اللہ وحدہ لا شریک لہ کو بھول کر قبر والوں سے لو لگانے والے نہیں جانتے کہ ﴿قُلِ اللَّهُمَّ مَالِكُ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاءُ﴾ اللہ جسے چاہتا ہے اقتدار عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اقتدار چھین لیتا ہے (آل عمران: ۲۶) اور جسے دینا چاہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے اللہ روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا [بخاری: ۸۴۴] تو پھر اہل اقتدار ہوں یا حزب اختلاف، عوام ہوں یا خواص ادھر ادھر بھٹکنے کے بجائے توحید و سنت کا دامن تھامتے ہوئے اپنے اللہ وحدہ لا شریک لہ کو راضی کر لیں تو کتنا ہی اچھا ہو!۔

وما علينا إلا البلاغ

جنتی کون ہے؟



أضواء المصباح في تحقيق مشكوة المصابيح

(۱۴) وعن أبي هريرة، قال: أتى أعرابي النبي ﷺ، فقال: دلني على عمل إذا عملته دخلت الجنة، قال: "تعبد الله ولا تشرك به شيئاً، وتقيم الصلاة المكتوبة، وتؤتي الزكاة المفروضة، وتصوم رمضان" قال: والذي نفسي بيده لا أزيد على هذا شيئاً ولا أنقص منه، فلما ولي، قال النبي ﷺ: "من سره أن ينظر إلى رجل من أهل الجنة فلينظر إلى هذا" متفق عليه.

ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی (دیہاتی شخص) آیا اور کہا: آپ مجھے ایسا عمل سکھائیں جسے کر کے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ کی عبادت کر اور کسی چیز میں اس کے ساتھ شرک نہ کر، فرض نماز قائم کر اور فرض زکوٰۃ ادا کر، رمضان کے (مہینے کے) روزے رکھ۔ اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں نہ اس سے زیادہ کروں گا اور نہ کم کروں گا۔ پس جب وہ واپس چلا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہتا ہے تو وہ اس شخص کو دیکھ لے، متفق علیہ [البخاری: ۱۳۹۷، مسلم: ۱۴/۵]

فقہ الحدیث:

۱: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ارکان اسلام ادا کرنے والا شخص (اگر نو اقتض اسلام کا ارتکاب نہ کرے تو) ضرور جنت میں داخل ہوگا۔ چاہے ابتدا سے ہی اس کے سارے گناہ معاف کر کے اسے جنت میں داخل کر دیا جائے یا اسے گناہوں کی سزا دے کر آخر کار جنت میں داخل کیا جائے۔ کافر و مشرک اگر بغیر توبہ کے مر گیا تو ابدی جہنمی ہے جیسا کہ دوسرے دلائل سے ثابت ہے۔

۲: اس اعرابی کے نام میں اختلاف ہے، جس کا ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔ بعض کہتے ہیں سعد ہے اور بعض کہتے ہیں کہ عبداللہ بن اخرم ہے۔ کچھ لوگوں کی تحقیق میں اس سے مراد لقیط بن عامر یا ابن المنفق ہے، دیکھئے التوضیح لمبہمات الجامع الصحیح لابن الجبلی (قلمی ص ۸۲)

اعرابی کے نام میں اختلاف چنداں مضرب نہیں ہے اور نہ یہ ضروری ہے کہ ضرور بالضرور اس کا نام معلوم ہو جائے۔

۳: اللہ کی عبادت سے مراد اس پر ایمان، مکمل اطاعت اور شرک و کفر سے کلی اجتناب ہے۔

- ۴: اس حدیث میں حج کا ذکر نہ ہونے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ اس وقت حج فرض نہیں ہوا تھا۔
- ۵: احادیث سابقہ کی طرح یہ حدیث بھی مرجعہ پرزبردست رد ہے جو اعمال کو ایمان سے خارج سمجھتے ہیں۔
- ۶: ایک روایت میں ایک چیز کا ذکر نہ ہوا اور دوسری میں ذکر ہوا تو اس حالت میں عدم ذکر کئی دلیل نہیں ہوتا۔
- ۷: بعض لوگ اس حدیث سے استنباط کرتے ہیں کہ سنتیں اور نوافل ضروری نہیں ہیں۔ سیدنا سعید بن المسیب (تابعی) فرماتے ہیں کہ:

”أوتر رسول الله صلى الله عليه وسلم وليس عليك وضحي وليس عليك وصلي

الضحى وليس عليك وصلى قبل الظهر وليس عليك“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر پڑھا ہے اور یہ تجھ پر لازم نہیں ہے۔ آپ نے قربانی کی اور یہ تجھ پر واجب نہیں ہے۔ آپ نے چاشت کی نماز پڑھی، یہ تجھ پر ضروری نہیں ہے۔ آپ نے ظہر سے پہلے نماز پڑھی اور یہ تجھ پر لازم نہیں ہے۔ [مسند علی بن الجعد: ۹۴۵ وسندہ صحیح]

تاہم بہتر اور افضل یہی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا جائے اور تمام سنن ثابتہ کو اپنی زندگی میں اپنایا جائے۔ قیامت کے دن فرائض کی کمی سنن و نوافل سے پوری کی جائے گی۔

۸: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنے سے ہی انسان اپنے رب کے فضل سے جنت کا حق دار بن سکتا ہے۔

۹: مبشر بن الجعد کا عدد دس میں محصور نہیں ہے۔ بلکہ قرآن وحدیث سے جن کا جنتی ہونا ثابت ہے وہ جنتی ہیں۔

۱۰: اللہ پر ایمان اور عقیدہ توحید کے بعد ہی اعمال صالحہ فائدہ دے سکتے ہیں۔

ابومعاذ الافغانی

ہر بدعت گمراہی ہے

امام محمد بن نصر المروزی رحمہ اللہ (متوفی ۲۹۴ھ) فرماتے ہیں:

”حدثنا إسحاق (أنبأ) وكيع عن هشام بن الغاز أنه سمع نافعاً يقول: قال ابن عمر: كل بدعة ضلالة وإن رآها الناس حسناً“

ہمیں اسحاق (بن راہویہ) نے حدیث سنائی: ہمیں وکیع (بن الجراح) نے خبر دی، وہ ہشام بن الغاز سے وہ نافع (مولیٰ ابن عمر) سے روایت بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا) ابن عمر (رضی اللہ عنہما) نے فرمایا: ہر بدعت گمراہی ہے اگرچہ لوگ اسے اچھا (بدعت حسنہ) سمجھتے ہوں۔

(کتاب السنۃ ص ۲۴ ح ۸۲ وسندہ صحیح، شرح أصول اعتقاد أهل السنة والجماعة ح ۱۲۶، المدخل للبيهقي ح ۱۹۱) معلوم ہوا کہ جس دینی کام کا ثبوت کتاب وسنت واجماع اور آثار سلف صالحین سے نہیں ملتا، وہ کام بدعت ضلالت ہے اگرچہ لوگ اسے بدعت حسنہ ہی سمجھتے ہوں۔

فضائل اعمال

مساجد میں نماز پڑھنے کی فضیلت:

27) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: جو شخص صبح یا شام کو مسجد کی طرف جاتا ہے تو اللہ اس کے لیے جنت میں ضیافت تیار کرتا ہے جب بھی صبح ہو یا شام۔ [بخاری: ۶۶۲، مسلم: ۶۶۹]

28) سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے با وضوء ہو کر فرض نماز کی ادائیگی کے لیے آئے تو اس کا اجر احرام باندھے ہوئے حاجی کے اجر کے برابر ہوگا اور جو شخص صرف نماز چاشت پڑھنے کی غرض سے آیا تو اس کو عمرہ کرنے والے کے ثواب کے برابر ثواب حاصل ہوگا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز پڑھنا اور ان کے درمیانی (وقت) میں لغویات سے بچا رہا تو (عمل) علیین میں درج ہوتا ہے۔

[ابوداؤد: ۵۵۸]

علیین سے مراد نیک لوگوں کے نامہ اعمال کے اندراج کا جنت میں بلند مقام ہے۔ نماز چاشت کی فضیلت کے لیے دیکھئے حدیث: ۵۸، ۵۴

29) سیدنا بریدہ بن الحصیب الاسلمی رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اندھیرے میں مسجدوں کی طرف چل کر جانے والوں کو روز قیامت کامل روشنی کی بشارت دے دو۔

[ابوداؤد: ۵۶۱، ترمذی: ۲۲۳]

30) جو لوگ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے نیکی و تاریکی کے باوجود مساجد میں نماز ادا کرتے ہیں۔ بالخصوص عشاء اور فجر کی نماز تو ایسے لوگوں کو قیامت کے دن ”کامل روشنی“ کی نوید سنائی جا رہی ہے۔

31) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے بھی اسی مفہوم کی حدیث مروی ہے۔ [ابن ماجہ: ۷۸۱]

32) سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن کامل روشنی کی بشارت (ان لوگوں کے لیے) ہے جو اندھیرے میں مساجد کی طرف چل کر جاتے ہیں۔ [ابن ماجہ: ۷۸۰]

پہلی صف میں نماز پڑھنے کی فضیلت:

32 سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن ہمیں فجر کی نماز پڑھائی (نماز کے بعد) آپ نے فرمایا: کیا فلاں (شخص نماز کے لیے) آیا ہے؟ صحابہ نے کہا نہیں۔ (پھر) فرمایا: کیا فلاں (شخص نماز کے لئے) آیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: یقیناً منافقوں پر ان دو (عشاء اور فجر کی) نمازوں سے زیادہ بھاری کوئی نماز نہیں ہے۔ اور اگر تم جان لو ان دو نمازوں میں کیا (ثواب) ہے تو ان دونوں نمازوں کے لیے ضرور آؤ اگرچہ گھنٹوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ اور صف اول (ثواب میں) فرشتوں کی صف کی طرح ہے، اور اگر تمہیں اس کی فضیلت معلوم ہو جاتی تو اس میں شمولیت کے لیے جلدی کرتے۔ اکیلے نماز پڑھنے کی نسبت (دوسرے) آدمی کے ساتھ نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے، دو آدمیوں کے ساتھ نماز ادا کرنا ایک آدمی کے ساتھ نماز ادا کرنے سے بہتر ہے اور جس قدر زیادہ (جماعت) ہوگی اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ پسندیدہ ٹھہرے گی۔

[ابوداؤد: ۵۵۴۴ وسندہ صحیح]

33 اسی مفہوم کی حدیث سابقہ صفحات پر گزر چکی ہے۔ [دیکھئے حدیث: ۷۰] البتہ مذکورہ حدیث میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی اہمیت و فضیلت مزید واضح ہوئی کہ اگرچہ دو آدمی ہوں وہ بھی نماز جماعت سے ادا کریں، سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو تنہا نماز پڑھتے دیکھا تو فرمایا: ((ألا رجل يتصدق على هذا فيصلي معه)) [سنن ابی داؤد: ۵۷۴۴] ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تین آدمی ہوں تو ان میں سے ایک امامت کرائے۔ [مسلم: ۶۷۴۲]

یہ احادیث جماعت کی اہمیت کے پیش نظر بیان کی گئی ہیں کہ سفر، شرعی عذر یا جس جگہ تعداد ہی اتنی ہو نہ کہ اس خیال سے اصل وقت سے تاخیر کو تنہا ہی کی جائے ”چلو بعد میں جا کر یا پھر گھر میں ہی جماعت کرا لیں گے“ یہ طریقہ انتہائی غلط ہے، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اگر تم نے نماز اپنے گھروں میں پڑھی جس طرح فلاں (جماعت سے) پیچھے رہنے والا اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہے تو تم نے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا اور اگر تم نے نبی کی سنت کو چھوڑ دیا تو تم گمراہ ہو جاؤ گے۔ [مسلم: ۶۵۴۴] اس حدیث میں ”زیادہ جماعت“ سے مراد اہل حق کی زیادہ جماعت ہے۔ اہل بدعت اور مخالفین کتاب و سنت کی کثرت مراد نہیں ہے۔

33 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اگر تم جان لو کہ پہلی صف میں نماز ادا کرنے کا (اجر و ثواب) کیا ہے تو تم قرعہ اندازی سے بھی گریز نہ کرو۔ [مسلم: ۴۳۹۹]

34 غفلت و سستی دیکھ کر نماز جو رفتہ رفتہ حسنات و خیرات سے کلی طور پر روک دیتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے (بعض) صحابہ کو (صفوں سے) پیچھے رہتے دیکھا تو آپ نے فرمایا: آگے بڑھو اور میری پیروی کرو

تمہارے بعد والے تمہاری اقتداء کریں گے، ہمیشہ لوگ پیچھے ہٹتے رہتے ہیں یہاں تک کہ اللہ انہیں پیچھے ہٹا دیتا ہے۔
[مسلم: ۴۳۸]

34 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمیوں کی صف میں بہترین صف پہلی صف ہے اور ان کی آخری (صف) بدتر ہے اور عورتوں کی صفوں میں بہترین صف آخری اور ان کی پہلی (صف) بدتر ہے۔ [مسلم: ۴۴۰]

35 سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: عورت کی نماز گھر کے صحن کی نسبت کمرے میں پڑھنا افضل ہے اور کمرے میں نماز پڑھنے کی نسبت کوٹھری میں نماز پڑھنا افضل ہے۔ [ابوداؤد: ۵۷۰]

اس روایت کی سند قنادہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے دیکھئے انوار الصحیفہ لشیخنا حافظ زبیر علی زئی (د: ۵۷۰)

آمین کہنے کی فضیلت:

36 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام آمین کہے تو تم آمین کہو، پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی، اس کے گزشتہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔
[بخاری: ۷۸۰، مسلم: ۴۱۰]

37 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) کہے تو تم ((اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ)) کہو پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے گزشتہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ [بخاری: ۷۹۶، مسلم: ۴۰۹]

تحمید کی فضیلت:

37 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب امام ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) کہے تو تم ((اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ)) کہو پس جس کا قول فرشتوں کے قول کے موافق ہو گیا اس کے گزشتہ (صغیرہ) گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ [بخاری: ۷۹۶، مسلم: ۴۰۹]

38 سیدنا رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب رکوع سے سر اٹھایا تو فرمایا ((سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ)) آپ کے ایک مقتدی نے کہا: ((رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيهِ)) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

یہ کلمات کہنے والا کون تھا؟ اس (مقتدی) نے کہا: میں تھا! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہیں سے زائد فرشتوں کو دیکھا جو ان کلمات کا ثواب لکھنے میں جلدی کر رہے تھے۔ [بخاری: ۷۹۹]

پانچ نمازوں کی فضیلت:

38 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: بتاؤ کہ اگر کسی کے دروازے پر نہر ہو اور وہ روزانہ پانچ دفعہ اس میں غسل کرے تو کیا اس کے بدن پر کچھ میل باقی رہ سکتی ہے؟ صحابہ نے عرض کیا نہیں میل میں سے کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: یہی مثال پانچوں نمازوں کی ہے اللہ ان کے سب گناہوں کو مٹاتا ہے۔ [بخاری: ۵۲۸، مسلم: ۶۶۷]

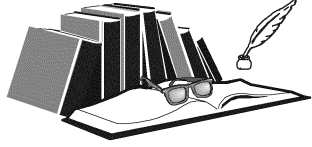
39 سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: پانچ نمازیں، جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور رمضان سے دوسرے رمضان تک کے درمیانی وقت میں سرزد ہونے والے گناہوں کا یہ کفارہ ہیں۔ بشرطیکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے۔ [مسلم: ۲۳۳]

40 سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرما رہے تھے: جس شخص نے نماز کے لیے کامل وضوء کیا پھر فرض نماز ادا کرنے کے لیے گیا اور اس نے جماعت کے ساتھ یا مسجد میں نماز ادا کی تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ [مسلم: ۲۳۲]

41 سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے ہی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے پورا (کامل) وضوء کیا جس طرح اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے تو فرض نمازیں (ان کے درمیانی اوقات میں ہونے والے گناہوں کا) کفارہ بن جاتی ہیں۔ [مسلم: ۲۳۱]

42 سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حجۃ الوداع کے خطبہ کے دوران سنا، آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اللہ سے ڈرو (جو تمہارا رب ہے) اور پانچ وقت کی نماز ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اپنے مالوں سے زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے امراء کا حکم مانو، اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ [ترمذی: ۶۱۶]

تقویٰ، نماز کی ادائیگی اور انفاق فی سبیل اللہ قرب الہی کا بہترین ذریعہ اور جنت کے راستوں میں سے ایک راستہ ہے، امراء کا حکم شریعت کے تابع رہ کر مانا جائے گا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ((لا طاعة فی المعصیة إنما الطاعة فی المعروف)) یعنی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی میں کوئی اطاعت نہیں ہے اطاعت صرف معروف میں ہے۔ [بخاری: ۷۲۵]



توضیح الأحكام

تخریج الأحادیث

سوال و جواب

فرض نماز کے بعد ماتھے پر ہاتھ

سوال: بعض لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ فرض نماز سے سلام پھیرنے کے بعد فوراً اپنے ماتھے پر دایاں ہاتھ رکھ دیتے ہیں یا اسے پکڑ لیتے ہیں اور کوئی دعا پڑھتے رہتے ہیں۔ کیا اس عمل کی کوئی دلیل قرآن و سنت میں موجود ہے؟ تحقیق کر کے جواب دیں، جزاکم اللہ خیراً (اسد اللہ، خیر باڑہ، غازی ہزارہ)

✽ الحمد للہ ✽

سلام الطویل المدائی عن زید العمی عن معاویہ بن قرۃ عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی سند سے روایت ہے کہ:

((کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم إذا قضی صلاته مسح جبهته بیده الیمنی ثم

قال: أشهد أن لا إله إلا الله الرحمن الرحيم ، اللهم اذهب عني الهم والحزن))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز پوری کرتے (تو) اپنی پیشانی کو دائیں ہاتھ سے چھوتے پھر فرماتے: میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں ہے وہ رحمن و رحیم ہے۔ اے اللہ! غم اور مصیبت مجھ سے دور کر دے۔ [عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ح ۱۱۲ واللفظ لہ، الطبرانی فی الاوسط ۳/۲۳۳ ح ۲۵۲۰ و سرائر: ۲۴۹۹، کتاب الدعاء للطبرانی ۱۰۹۶۲ ح ۶۵۹، الامالی لابن سمعون: ح ۱۲۱، نتائج الافکار لابن حجر ۳۰۱/۲، حلیۃ الاولیاء لابن نعیم الاصبہانی ۳۰۱/۲ ح ۳۰۲]

اس روایت کی سند سخت ضعیف ہے۔ سلام الطویل المدائی: متروک ہے (التقریب: ۲۷۰۲) امام بخاری نے فرمایا: ترکوہ (کتاب الضعفاء مع تحقیق: تحتہ الاقویاء ص ۵۱: ۱۵۵)

حاکم نیشاپوری نے کہا: اس نے حمید الطویل، ابو عمرو بن العلاء اور ثور بن یزید سے موضوع احادیث بیان کی ہیں۔

(المدخل الى الصحیح ص ۱۴۳: ۷۳)

حافظ بیہقی نے کہا: وقد أجمعوا علی ضعفه اور اس کے ضعیف ہونے پر اجماع ہے۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۱۲)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: ”والحدیث ضعیف جداً بسببه“ اور (یہ) حدیث سلام الطویل کے سبب کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ (نتائج الافکار ۳۰۱/۲)

اس سند کا دوسرا راوی زید العمی: ضعیف ہے (تقریب التہذیب: ۲۱۳۱) اسے جمہور (محدثین) نے ضعیف قرار دیا ہے۔
(مجمع الزوائد: ۱۱۰/۱، ۲۶۰)

حافظ بیہقی لکھتے ہیں: ”وبقیة رجال أحد إسنادي الطبراني ثقاة وفي بعضهم خلاف“ اور طبرانی کی دو سندوں میں سے ایک سند کے بقیہ راوی ثقہ ہیں اور ان میں سے بعض میں اختلاف ہے۔ (مجمع الزوائد: ۱۱۰/۱)
طبرانی والی دوسری سند تو کہیں نہیں ملی، غالباً حافظ بیہقی کا اشارہ الزہرا کی ”حدثنا الحارث بن الخضر العطار: ثنا عثمان بن فرقد عن زید العمی عن معاویة بن قرة عن أنس بن مالک رضي الله عنه .. إلخ“ والی سند کی طرف ہے۔ (دیکھئے کشف الاستار: ۲۲۴ ج ۳۱۰۰)

عرض ہے کہ الحارث بن الخضر العطار کے حالات کسی کتاب میں نہیں ملے۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ اس نے عثمان بن فرقد اور زید العمی کے درمیان سلام الطویل المدانی کے واسطے کو گرا دیا ہو۔ اگر نہ بھی گرایا ہو تو یہ سند اس کے مجہول ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

دوسری روایت:

کثیر بن سلیم عن انس بن مالک رضي الله عنه کی سند سے مروی ہے کہ:

((كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا قضى صلاته مسح جبهته بيمينه ثم يقول :

باسم الله الذي لا إله غيره ، اللهم اذهب عني الهم والحزن ، ثلاثاً))

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی نماز پوری کرتے تو دائیں ہاتھ سے اپنی پیشانی کا مسح کر کے تین دفعہ فرماتے: اس اللہ کے نام کے ساتھ (شروع) جس کے علاوہ کوئی (برحق) الہ نہیں ہے، اے اللہ! میرے غم اور مصیبت کو دور کر دے۔ [الکامل لابن عدی ۱۹۹/۷ ترجمہ کثیر بن سلیم، واللفظ لہ، الاوسط للطبرانی ۱۲۶/۳ ج ۳۲۰۲

و کتاب الدعاء للطبرانی ۱۰۹۵/۲ ج ۶۵۸، الامالی للبخاری ۲۴۹/۱ و تاریخ بغداد ۲۸۰/۱ و نتائج الأفكار ۳۰۱/۲ ج ۳۰۲]

کثیر بن سلیم کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں: منکر الحديث (کتاب الضعفاء تحقیق تحفة الاقویاء: ۳۱۶)
جسے امام بخاری منکر الحدیث کہہ دیں، ان کے نزدیک اس راوی سے روایت حلال نہیں ہے (دیکھئے لسان المیزان ج ۱ ص ۲۰) کثیر بن سلیم کے بارے میں امام نسائی فرماتے ہیں: متروک الحدیث (کتاب الضعفاء والمترکین: ۵۰۶)
متروک راوی کی روایت شواہد و متابعات میں بھی معتبر نہیں ہے۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث لل حافظ ابن کثیر (ص ۳۸، النوع الثانی، تعریفات آخری الحسن)

خلاصۃ التحقيق:

یہ روایت اپنی تینوں سندوں کے ساتھ سخت ضعیف ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ”ضعیف جداً“ سخت ضعیف قرار دیا ہے۔ (السلسلة الضعيفة ۱۱۴/۲ ج ۶۶۰)

تنبیہ: سیوطی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (الجامع الصغیر: ۶۷۴)
محمد ارشاد قاسمی دیوبندی نے اسے بحوالہ الجامع الصغیر و مجمع الزوائد نقل کر کے ”بسنند ضعیف“ لکھا ہے (یعنی اس کی سند ضعیف ہے) لیکن اس غالی دیوبندی نے عربی عبارت (جس میں روایت مذکورہ پر جرح ہے) کا ترجمہ نہیں لکھا، دیکھئے ”الدعاء المسنون“ (ص ۲۱۲) پسند کردہ مفتی نظام الدین شامزئی دیوبندی
دیوبندی و بریلوی حضرات سخت ضعیف و مردود روایات عوام کے سامنے پیش کر کے دھوکہ دے رہے ہیں۔ کیا یہ لوگ اللہ کی پکڑ سے بے خوف ہیں؟
خلاصۃ التحقيق:

نماز کے بعد، ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دعا کرنے کا کوئی ثبوت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین و تابعین عظام رحمہم اللہ سے نہیں ہے۔ لہذا اس پر عمل سے مکمل اجتناب کرنا چاہئے۔
وما علينا إلا البلاغ
(۱۹/ صفر ۱۴۲۶ھ)

صحابی ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ پر ایک بہتان اور اس کا رد

سوال: قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنْ اٰتٰنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّا اٰتٰهُمْ مِنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰی یَوْمٍ یَّلْقَوْنَہٗ بِمَا اٰخَلَفُوْا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ ۝﴾

ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ اپنے فضل سے ہمیں (مال) دے گا تو ہم ضرور صدقہ خیرات کریں گے اور ضرور ہم صالحین میں سے ہوں گے۔ پس جب اللہ نے انہیں اپنے فضل سے (مال) عطا کیا تو انہوں نے بخل کیا اور منہ پھیر کر اعراض کرتے ہوئے چلے گئے۔ پس اللہ کے ساتھ اس وعدہ خلافی اور ان لوگوں کے جھوٹ بولنے کی وجہ سے اللہ نے قیامت تک ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا۔ [سورہ التوبہ: ۷۵-۷۷]
اس آیت کی تشریح میں تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہوا ہے کہ:

”یہ آیت ثعلبہ بن حاطب انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ میرے لیے مال داری کی دعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: تھوڑا مال جس کا شکر ادا ہو اس بہت سے مال سے اچھا ہے جو اپنی طاقت سے باہر ہو۔ اس نے دوبارہ درخواست کی تو آپ نے سمجھایا: کیا تو اپنا حال اللہ کے نبی جیسا رکھنا پسند نہیں کرتا؟ واللہ میں اگر چاہتا تو پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلتے۔ اس نے کہا: واللہ میرا ارادہ ہے کہ اللہ مجھے مالدار کر دے تو میں خوب سخاوت کروں، ہر ایک کو اس کا حق ادا کر دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے

لیے مال میں برکت کی دعا فرمائی تو اس کی بکریوں میں اتنا اضافہ ہوا کہ مدینہ شریف اس کے جانوروں کے لیے تنگ ہو گیا۔

یہ (ثعلبہ بن حاطب) ایک میدان میں نکل گیا۔ ظہر و عصر تو جماعت کے ساتھ ادا کرتا، باقی نمازیں اسے جماعت سے نہیں ملتی تھیں۔ جانوروں میں اور برکت ہوئی تو اسے اور دور جانا پڑا۔ اب سوائے جمعہ کے سب جماعتیں اس سے چھوٹ گئیں۔ مال بڑھتا گیا۔ ہفتے بعد جمعہ کے لیے آنا بھی اس نے چھوڑ دیا۔ آنے جانے والے قافلوں سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان ہوا؟

ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حال دریافت کیا تو لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا۔ آپ نے اظہار افسوس فرمایا۔

ادھر یہ آیت نازل ہوئی کہ ان کے مال سے صدقہ (زکوٰۃ) لے لو (سورہ توبہ: ۱۰۳) اور صدقات کے احکام بھی بیان ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو شخصوں کو زکوٰۃ اکٹھا کرنے کے لیے بھیجا اور فرمایا کہ ثعلبہ سے اور بنی سلیم کے فلاں آدمی سے صدقہ (زکوٰۃ) لے آؤ۔

یہ دونوں جب ثعلبہ کے پاس پہنچے اور فرمان رسول دکھایا تو یہ کہنے لگا: واہ واہ یہ تو جزیئے کی بہن ہے، یہ تو بالکل ایسے ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے۔ بنو سلیم والے آدمی نے تو اپنے بہترین جانور زکوٰۃ میں نکال کر ان دونوں آدمیوں کے حوالے کئے۔ مگر ثعلبہ نے زکوٰۃ ادا نہ کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثعلبہ پر اظہار افسوس کیا اور بنو سلیم والے شخص کے لئے برکت کی دعا کی۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیات (التوبہ: ۷۵-۷۷) نازل فرمائیں۔ ثعلبہ کے ایک قریبی رشتہ دار نے جب یہ سب کچھ سنا تو ثعلبہ سے جا کر واقعہ بیان کیا اور آیت بھی سنائی۔ وہ آپ کے پاس آیا اور درخواست کی کہ اس کا صدقہ قبول کیا جائے تو آپ نے فرمایا: اللہ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ (ثعلبہ) اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات تک اس کی کوئی چیز قبول نہ فرمائی۔ پھر بعد میں صدیق اکبر، عمر فاروق رضی اللہ عنہما نے بھی اس کی زکوٰۃ قبول نہ فرمائی۔

”پھر خلافت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو یہ ازلی منافق پھر آیا اور لگامنت سماعت کرنے لیا۔ آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں خلیفوں نے تیرا صدقہ قبول نہیں کیا تو میں کیسے قبول کروں؟ چنانچہ قبول نہیں کیا۔ اسی اثناء میں یہ شخص ہلاک ہو گیا“

[تفسیر ابن کثیر مترجم ج ۲ ص ۵۸۸، ۵۸۹، طبع مکتبہ قدوسیہ لاہور، ۲۰۰۳ء، بتصرف لیسیر] کیا یہ واقعہ صحیح سند سے ثابت

ہے؟

(ایک سائل)

تحقیق کر کے تفصیل سے جواب دیں، جزاکم اللہ خیراً



تفسیر ابن کثیر میں یہ واقعہ بحوالہ تفسیر ابن جریر طبری (۱۳۰/۱۳۱) و تفسیر ابن ابی حاتم الرازی (۱۸۴۷-۱۸۴۹) ”معان بن رفاعہ عن علی بن یزید عن أبی عبد الرحمن القاسم بن عبد الرحمن عن أبی أمامة الباهلی رضی اللہ عنہ“ مذکور ہے۔ (ج ۳ ص ۴۱۶، ۴۱۷) تفسیر ابن کثیر کے محقق جناب عبدالرزاق المحدثی لکھتے ہیں:

”إسناده واه بمرّة والتمتن باطل .. وإسناده ضعيف جداً“ یہ انتہائی کمزور سند ہے اور یہ متن باطل ہے۔ اور اس کی سند سخت ضعیف ہے۔ (حاشیہ تفسیر ابن کثیر ۳/۴۱۷)

اس کا راوی علی بن یزید الالہانی سخت ضعیف راوی ہے۔ امام بخاری فرماتے ہیں:

”منکر الحديث“ (کتاب الضعفاء تحقیقی تحفۃ الاقویاء ص ۷۹ تا ۲۶۲)

امام بخاری کے نزدیک اس شخص سے روایت حلال نہیں ہے جسے وہ ”منکر الحديث“ کہہ دیں (دیکھئے لسان المیزان ج ۱ ص ۲۰)

امام نسائی نے فرمایا: ”متروک الحديث“ (کتاب الضعفاء والمترکین: ۴۳۳)

متروک راوی کی روایت، بغیر تنبیہ کے بیان کرنا جائز نہیں ہے۔ دیکھئے اختصار علوم الحدیث لابن کثیر (ص ۳۸)

اس سند کا دوسرا راوی معان بن رفاعہ: لین الحدیث (یعنی ضعیف) ہے۔ (تقریب: ۶۷۷)

خلاصۃ التحقیق:

یہ روایت باطل اور مردود ہے۔ اس روایت پر تفصیلی جرح کے لئے عذاب محمود الحمش کی کتاب ”ثعلبة بن حاطب، الصحابي المفتري عليه“ دیکھیں (ص ۶۷ تا ۷۳)

تنبیہ: تفسیر ابن کثیر عربی میں ”ازلی منافق“ کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ اب اس روایت کے شواہد (تائید والی روایتوں) کا جائزہ پیش خدمت ہے۔

۱) ”محمد بن سعد العوفي عن أبيه عن عمه عن أبيه عن ابن عباس“ کی سند سے ایک مختصر روایت اس کی مؤید ہے۔ [دیکھئے تفسیر طبری ۱۳۰/۱۳۱ و تفسیر ابن ابی حاتم ۱۸۴۷-۱۸۴۹ ج ۱ ص ۵۰۰]

اس روایت میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نیچے سارے راوی ضعیف ہیں۔

(۱) محمد بن سعد العوفي ضعيف عند الجمهور ہے۔ (۲) سعد بن محمد بن الحسن العوفي جہمی (سخت گمراہ) ہے [دیکھئے لسان المیزان ج ۱ ص ۱۹۳] کسی نے بھی اس کی توثیق نہیں کی (۳) سعد العوفي کا چچا الحسین بن الحسن بن عطية العوفي ضعيف و مجروح ہے۔ [دیکھئے لسان المیزان ج ۲ ص ۲۷۸] (۴) الحسن بن عطية العوفي ضعيف ہے۔ [تقریب: ۱۲۵۶] (۵) عطية العوفي ضعيف الحفظ و مدلس ہے۔ [دیکھئے طبقات المدلسین تحقیقی: ۱۲۲/۲ ضعف الجمهور]

خلاصہ التحقیق: یہ سند باطل و مردود ہے۔

۴: ”ابن جریر الطبری قال: حدثنا ابن حمید قال: ثنا سلمة عن ابن إسحاق عن عمرو بن عبيد عن الحسن“ إلخ (تفسیر طبری ۱۳۳/۱۰)

اس میں محمد بن حمید الرازی: ”حافظ ضعیف، وکان ابن معین حسن الرأی فیہ“ ہے (تقریب: ۵۸۳۳) ابن معین کی حسن رائے جمہور کی جرح کے مقابلے میں مردود ہے۔ محمد بن اسحاق بن یسار صدوق مدلس ہے اور روایت معتن (عن سے) ہے۔ عمرو بن عبید المعزلی: کذاب ہے۔ دیکھئے میری کتاب تحفۃ الاقویاء فی تحقیق کتاب الضعفاء للبخاری (ص ۸۱ تا ۲۶۹) و تہذیب التہذیب (۷۰/۸) و میزان الاعتدال (۲۷۳/۳)

خلاصہ التحقیق: یہ سند عمرو بن عبید کی وجہ سے موضوع ہے۔

۴: قنادہ تابعی سے روایت ہے کہ:

”ذكر لنا أن رجلاً من الانصار أتى مجلس من الأنصار فقال: لئن آتاه الله مالا ليؤدين

إلى كل ذي حق حقه فآتاه الله مالا فصنع فيه ماتسمعون“

ہمیں بتایا گیا ہے کہ ایک انصاری آدمی انصاریوں کی مجلس میں آیا اور کہا: اگر اللہ مجھے مال دے تو میں ہر حق دار تک اس کا حق پہنچا دوں گا۔ پس اللہ نے اسے مال دیا تو اس نے وہ کام کیا جو آپ سن رہے ہیں۔

[تفسیر طبری ۱۳۱/۱۰ من طریق سعید عن قنادہ بہ]

اس میں سعید بن ابی عروبہ ثقہ مدلس ہے، دیکھئے میری کتاب الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین (۲/۵۰) و تقریب التہذیب (۳۳۶۵) لہذا یہ سند ضعیف ہے۔ قنادہ سے ثابت ہی نہیں ہے۔

تنبیہ: اس ضعیف روایت میں ثعلبہ بن حاطب رضی اللہ عنہ کا نام مذکور نہیں ہے۔

ج: مجاہد تابعی سے روایت ہے کہ:

”رجلان خرجا على ملا قعود فقالا : والله لئن رزقنا الله لنصدقن ، فلما رزقهم بخلوا به“

دو آدمی ایک گروہ کے پاس سے گزرے جو بیٹھے ہوئے تھے تو ان دونوں نے کہا: واللہ اگر ہمیں اللہ رزق دے تو ہم ضرور صدقہ کریں گے۔ پس جب اللہ نے انہیں رزق دیا تو انہوں نے بخل کیا۔

[تفسیر طبری ۱۳۲/۱۰ و تفسیر ابن ابی حاتم ۱۸۴۹/۲ ح ۱۰۵۰۱ من حدیث ابن ابی نجیح عن مجاہد بہ]

اس روایت کا راوی عبد اللہ بن ابی نجیح ثقہ مدلس ہے دیکھئے طبقات المدلسین تحقیقی (۳/۷۷) و تقریب التہذیب (۳۶۲۲) لہذا یہ روایت ابن ابی نجیح کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

تنبیہ: اس ضعیف روایت میں بھی ثعلبہ رضی اللہ عنہ کا نام موجود نہیں ہے۔

تحقیق کا خلاصہ: ان تمام روایات کی تحقیق کا نتیجہ اور خلاصہ یہ ہے کہ سیدنا ثعلبہ بن حاطب الانصاری رضی اللہ عنہ کے

بارے میں یہ قصہ بے بنیاد و باطل ہے جسے بعض قصہ گو حضرات مزے لے لے کر بیان کرتے ہیں۔ اس مردود قصے سے سیدنا ثعلبہ رضی اللہ عنہ بری ہیں۔

تنبیہ: حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی تحقیق میں ثعلبہ بن حاطب الانصاری البدری رضی اللہ عنہ دوسرے صحابی ہیں اور ثعلبہ بن حاطب اور ابن ابی حاطب الانصاری، غیر البدری، رضی اللہ عنہ دوسرے صحابی ہیں۔ دیکھئے الاصابۃ فی تمییز الصحابة (طبع بیت الافکار ص ۱۵۶ تا ۹۷۰)

سجدہ تلاوت سنت ہے یا واجب؟

سوال:

۱۔ قرآن مجید میں: بعض ایسی آیات ہیں جن کی تلاوت پر سجدہ کیا جاتا ہے۔ کیا یہ سجدہ تلاوت واجب ہے یا سنت؟
۲۔ قرآن مجید کی مکمل تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد اگر یہ سجدہ اٹھائے بالترتیب ادا کر دیئے جائیں تو کیا ایسا کرنا جائز ہے؟

ج۔ قرآن مجید میں سورہ حج کے آخر میں آیت نمبر ۷ کے باہر لکھا ہوا ہے کہ ”السجدة عند الشافعی“، یعنی امام شافعی کے نزدیک یہاں سجدہ تلاوت ہے۔ اس سے کیا مراد ہے؟ قرآن مجید میں یہ شافعی وغیر شافعی والی بات کہاں سے آگئی ہے؟
(روایت خان۔ خالو، غازی)

بینوا توجروا،



سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”أن النبي صلى الله عليه وسلم سجد بالنجم“ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ نجم پڑھی اور سجدہ کیا۔ (صحیح بخاری: ۱۰۷۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”قرأت على النبي صلى الله عليه وسلم ﴿والنجم﴾ فلم يسجد فيها“ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ نجم پڑھ کر سنائی تو آپ نے سجدہ نہیں کیا۔ (صحیح البخاری: ۱۰۷۳ و صحیح مسلم: ۵۷۷)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سجدہ تلاوت کرنا واجب یا ضروری نہیں ہے۔ خلیفہ راشد امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”فمن سجد فقد أصاب ومن لم يسجد فلا إثم عليه“ پس جو (تلاوت والا) سجدہ کرے تو اس نے صحیح کام کیا اور جو سجدہ نہ کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ [صحیح البخاری: ۱۰۷۷]

معلوم ہوا ہے کہ سجدہ تلاوت واجب نہیں بلکہ سنت و مستحب ہے۔ اور یہی قول امام شافعی و امام احمد کا ہے دیکھئے سنن

الترمذی (۵۷۶۲)

ب: اس کا کوئی ثبوت میرے علم میں نہیں ہے۔

ج: سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سورہ حج میں دو سجدے کرتے تھے۔ (موطا امام مالک ج ۱ ص ۲۰۶ ح ۴۸۳ وسندہ صحیح)

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سورہ حج میں دو سجدے کرتے تھے۔ [سنن الکبریٰ للبیہقی ۳۱۸/۲ وسندہ صحیح]
تنبیہ: خالد بن معدان تدلیس کے الزام سے بری ہے (الفتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین ۲/۴۶۶) اور عبدالرحمن بن جبیر بن نفیر نے اس کی متابعت کر رکھی ہے۔ [مصنف ابن ابی شیبہ: ۱۱/۲ ح ۴۲۸۹ والبیہقی ۳۱۸/۲]
سیدنا عمر (بن الخطاب) رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز پڑھائی تو سورہ حج میں دو سجدے کئے۔ [البیہقی ۳۱۷/۲ وسندہ صحیح، وابن ابی شیبہ ۱۱/۲ ح ۴۲۸۸]

ابوالعالیہ (تابعی) نے کہا: سورہ حج میں دو سجدے ہیں۔ [مصنف ابن ابی شیبہ ۱۲/۲ ح ۴۲۹۴ وسندہ صحیح]
زر بن حبیش (تابعی، قاری) اور ابوعبدالرحمن (قاری) دونوں سورہ حج میں دو سجدے کرتے تھے۔ [ابن ابی شیبہ ۱۲/۲ ح ۴۲۹۶ وسندہ حسن]

ابو اسحاق السبئی نے کہا: ”أدرکت الناس منذ سبعین سنة یسجدون فی الحج سجدتین“ میں نے ستر (۷۰) سال سے لوگوں کو سورہ حج میں دو سجدے (ہی) کرتے پایا ہے۔ (ابن ابی شیبہ ۱۲/۲ ح ۴۲۹۵ وسندہ صحیح)
ان روایات مذکورہ کے علاوہ دوسرے آثار بھی ہیں۔

سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا سورہ حج میں دو سجدے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا: ”نعم ومن لم یسجد ہما فلا یقرأہما“ جی ہاں، اور جو شخص یہ دونوں سجدے نہ کرے تو وہ یہ دونوں آیتیں نہ پڑھے [سنن ابی داؤد: ۱۴۰۲ وسندہ حسن]

ابن لہیعہ نے یہ روایت اختلاط سے پہلے بیان کی ہے اور سماع کی تصریح کر دی ہے مخرج بن ہاعان: حسن الحدیث ہے دیکھئے میری کتاب نور العینین فی اثبات رفع الیدین (ص ۱۷۱، ۱۷۲)

اس حدیث میں اس شخص کو یہ آیتیں پڑھنے سے منع کیا گیا ہے جو سورہ حج کے دوسرے سجدے کی مسنونیت سے انکار کرتا ہے۔ جس شخص کے نزدیک تجوید تلاوت واجب نہیں بلکہ سنت ہیں وہ اس حدیث کا مخاطب نہیں ہے کیونکہ وہ سورہ حج میں دونوں سجدوں کے سنت ہونے کا قائل ہے۔

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید کے حاشیے پر ”السجدة عند الشافعی“ کے الفاظ کسی ایسے شخص نے لکھے ہیں جو اس سجدے کا منکر ہے۔

اگر لکھنا ہی ہے تو اس طرح لکھیں ”السجدة عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعند عمرو عند عبد اللہ بن عمرو عند أبی الدرداء وغیرہم من الصحابة رضی اللہ عنہم أجمعین“!

یہ عام لوگوں کو بھی معلوم ہے کہ سورہ حج کے اس دوسرے سجدے سے قائلین و فاعلین، امام شافعی رحمہ اللہ کی پیدائش سے بہت پہلے گزرے ہیں۔ یاد رہے کہ اگر سجدہ تلاوت نہ بھی کیا جائے تو دلائل سابقہ کی رو سے جائز ہے لہذا اگر کسی نے سورہ حج کا یہ دوسرا سجدہ نہیں کیا تو یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ وہ اس سجدے کے جواز یا سنیت کا بھی قائل نہیں تھا۔ وما علینا إلا البلاغ

چار سنتیں دو دو کر کے پڑھیں

سوال: کیا ظہر یا عصر کی چار سنت کو ایک سلام کے ساتھ ادا کرنا جائز ہے؟ (ایک سائل)



سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
”صلوة الليل والنهار مثنی مثنی“ رات اور دن کی (نفل، سنت) نماز دو دو (رکعتیں) ہے۔
[سنن ابی داؤد: ۱۲۹۵ وسندہ حسن]

اسے ابن خزیمہ (۱۲۱۰)، ابن حبان (۶۳۶) اور جمہور محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔

[دیکھئے میری کتاب نیل المقصود فی التعلیق علی سنن ابی داؤد ج ۱ ص ۳۷۱]

معرفۃ علوم الحدیث للحاکم [ص ۵۸ ج ۱] میں اس کی ایک مؤید روایت ہے جس کی سند حسن ہے، اس کے باوجود امام حاکم نے اسے ”وہم“ قرار دیا ہے۔!

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے تھے کہ:

”صلوة الليل والنهار مثنی مثنی“ رات اور دن کی (نفل) نماز دو دو (رکعتیں) ہے۔ [السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۲۸۷ وسندہ صحیح و لا علتہ فیہ]

اس سے معلوم ہوا کہ سنن ابی داؤد والی حدیث سابق: صحیح لغیرہ ہے۔ اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ چار سنتیں دو دو کر کے دو سلاموں کے ساتھ پڑھنی چاہئیں۔

نافع (تابعی) سے روایت ہے کہ (سیدنا) عبداللہ بن عمر (رضی اللہ عنہ) دن کو چار چار رکعتیں (سنت) پڑھتے تھے۔
[مصنف ابن ابی شیبہ: ج ۲ ص ۲۷۷ ج ۲ ص ۲۷۷ وسندہ صحیح]

عبداللہ بن عمر العمری (صدوق حسن الحدیث عن نافع، ضعیف عن غیرہ) عن نافع کی سند سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما رات کو دو دو رکعت اور دن کو چار رکعت (نوافل) پڑھتے تھے، پھر سلام پھیرتے تھے۔

[مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۵۰۱ ج ۲ ص ۵۰۱ واسنادہ حسن]

اس روایت کی دوسری سند سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیح لغیرہ ہے۔ [دیکھئے مصنف عبدالرزاق ج ۲ ص ۴۲۶]

امام ابن المنذر النیسابوری نے اسے ”ثابت عن ابن عمر“ قرار دیا ہے۔ [الاوسط ۲۳۶/۵]

تنبیہ: عبداللہ بن عمر العری کی مصنف عبدالرزاق والی روایت الاوسط میں ”أخبرنا عبيد الله بن عمر عن نافع عن ابن عمر“ إلخ کی سند سے چھپی ہوئی ہے!

اس اثر سے معلوم ہوا کہ ایک سلام سے چار سنتیں پڑھنا بھی جائز ہے۔

لیکن بہتر یہی ہے کہ مرفوع حدیث کی وجہ سے وتر کے علاوہ تمام سنتیں اور نوافل دو دو کر کے پڑھے جائیں۔

حسن بصری (تابعی) رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”صلوة النهار ركعتان ركعتان“ دن کی نماز دو دو رکعتیں ہے۔

[مسائل الإمام أحمد وإسحاق بن راهويه، رواية إسحاق بن منصور الكوسج ۲۰۵/۱ فقرہ: ۴۳۳ وسنده صحيح، الأشعث هو ابن عبد الملك الحمراي]

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ دن کی نفل نماز دو دو کر کے پڑھتے تھے [ایضاً فقرہ: ۴۰۵] لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة، وما علينا إلا البلاغ

امت مسلمہ کے منافقین کی اکثریت قاریوں میں سے ہے

امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) فرماتے ہیں:

”قال لي محمد بن مقاتل : حدثنا ابن المبارك قال : أخبرنا عبد الرحمن بن شريح المعافري قال : حدثني شراحيل بن يزيد عن محمد بن هدية عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال قال النبي صلى الله عليه وسلم : أكثر منافقي أمتي قراء ها“

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے منافقوں کی اکثریت قاریوں میں سے ہے۔ (التاریخ الکبیر ج ۱ ص ۲۵۷ وسندہ حسن)

اس روایت کے سارے راوی ثقہ و صدوق ہیں۔ محمد بن ہدیہ الصدفي المصري کو امام (معتدل) الحلی، حافظ ابن حبان اور یعقوب بن سفیان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے تحریر تقریب التہذیب ۳/۳۲۸)

لہذا یہ سند حسن لذاتہ ہے۔

مسند احمد (۱۵۱/۴، ۱۵۲، ۱۵۵) وغیرہ میں اس کے دوسرے شواہد (تائید کرنے والی روایتیں) موجود ہیں۔

دیکھئے السلسلة الصحيحة للشيخ الألباني رحمه الله (۲/۳۸۷، ۳۸۸ ج ۵۰)

لہذا یہ حدیث صحیح (غیرہ) ہے۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ (صحیح الجامع: ۱۲۰۳)

اس حدیث کا مفہوم واضح ہے کہ امت مسلمہ میں اکثر منافقین وہ لوگ ہیں جو قاری (قراء) حضرات ہیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ قاریوں کی اکثریت بدعات، گمراہیوں، جھوٹ، وعدہ خلافی اور تکبر وغیرہ امراض میں مبتلا ہے۔

مرد و عورت کی نماز میں فرق اور آل تقلید

نہر: حافظ زبیر علی زئی

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على رسوله الامين ، أما بعد :

آل تقلید کا ”مرد و عورت کی نماز میں فرق“ کے سلسلے میں دعویٰ ہے کہ:

” (۱) عورت تکبیرہ تحریمہ کے لئے دونوں ہاتھ شانوں تک اٹھائے (۲) اپنے ہاتھ آستنیوں سے باہر نہ نکالے (۳) داہنے ہاتھ کی تھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھ دے (۴) ہاتھ پستانوں کے نیچے چھاتی پر باندھے (۵) رکوع میں تھوڑا سا جھکے (۶) رکوع میں ہاتھوں پر سہارا نہ دے (۷) رکوع میں ہاتھ کی انگلیاں کشادہ نہ رکھے بلکہ انہیں ملا لے (۸) رکوع میں اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھ لے (گھٹنے پڑے مت) (۹) رکوع میں گھٹنوں کو کچھ خم دیدے (۱۰) رکوع میں سمٹ جائے (۱۱) سجدہ میں بھی جسم کو اکٹھا کر کے سمٹ جائے (۱۲) سجدہ میں کہنیوں سمیت بازو زمین پر بچھا دے (۱۳) قعدہ میں دونوں پاؤں دائیں طرف نکال کر بائیں کولہے پر بیٹھے (۱۴) قعدہ میں انگلیاں رانوں پر اس طرح رکھے کہ انگلیوں کے سرے گھٹنوں تک پہنچیں اور انگلیاں ملا لے “

(روزنامہ اسلام، خواتین کا اسلام: ۳۱، ۸ اکتوبر ۲۰۰۳ء ص ۴ مضمون: مرد و عورت کی نماز کا فرق، از قلم مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی [دیوبندی])

ان فروق تقلید یہ کے مقابلے میں اہل الحدیث کا دعویٰ یہ ہے کہ:

درج بالا فروق میں سے ایک فرق بھی عورتوں کی تخصیص کے ساتھ قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت نہیں ہے، لہذا حدیث ”صلوا کما رأیتمونی اصلی“ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو، کی رو سے عورتوں کو بھی اسی طرح نماز پڑھنی چاہیے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے۔ اہل الحدیث کو آل تقلید سے یہ شکایت ہے کہ یہ لوگ ضعیف و مردود روایتیں اور موضوع سے غیر متعلقہ دلائل پیش کر کے عام مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد قاری چن محمد دیوبندی اور قاری نصیر احمد دیوبندی کے چار صفحاتی مضمون ”مرد و عورت کی نماز میں فرق“ کا جائزہ پیش خدمت ہے۔ مرد و عورت کے طریقہ نماز میں فرق کے سلسلے میں دوسرے لوگوں کے شبہات کے جوابات بھی، ہمارے اس مضمون میں دے دیئے گئے ہیں۔ واللہ

قاری چن صاحب (۱): ”وعن وائل بن حجر قال قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم: يا وائل بن حجر إذا صليت فاجعل يديك حذاء أذنك والمرأة [تجعل] حذاء ثديها“
ترجمہ: حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کا طریقہ سکھایا تو فرمایا کہ اے وائل بن حجرؓ جب تم نماز شروع کرو تو اپنے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھاؤ اور عورت اپنے ہاتھ چھاتیوں تک اٹھائے۔ مجمع الزوائد صفحہ 2/103“ (ص ۱)
الجواب:

اس حدیث کے بارے میں حافظ نور الدین الہیثمی رحمہ اللہ اپنی کتاب مجمع الزوائد میں لکھتے ہیں کہ:
”رواہ الطبرانی فی حدیث طویل فی مناقب وائل من طریق میمونۃ بنت حجر عن عمتها أم یحیی بنت عبد الجبار ولم أعرفها وبقیة رجاله ثقات“
اسے طبرانی نے مناقب وائل (رضی اللہ عنہ) سے میمونہ بنت حجر سے، انہوں نے اپنی پھوپھی ام یحییٰ بنت عبد الجبار سے لمبی حدیث میں روایت کیا ہے۔ ام یحییٰ کو میں نہیں جانتا اور اس (سند) کے باقی راوی ثقہ ہیں۔ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۰۳)

معلوم ہوا کہ صاحب مجمع الزوائد نے اس روایت کی سند پر جرح کر رکھی ہے جسے دیوبندیوں کے ”مناظر“ اور ”قراء“ کی صف میں شامل قاری چن صاحب اینڈ پارٹی نے چھپالیا ہے۔ کیا انصاف و امانت اسی کا نام ہے؟
لطیفہ: حیاتی دیوبندیوں کے مناظر، ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب نے ام یحییٰ کی اسی روایت کو بطور حجت پیش کیا ہے۔ دیکھئے مجموعہ رسائل (جلد ۲ ص ۹۴ طبع جون ۱۹۹۳ء)
جبکہ اپنی مرضی کے مخالف ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے کہ: ”اور ام یحییٰ مجہولہ ہیں“ (مجموعہ رسائل ج ۱ ص ۳۴۶، نماز میں ہاتھ ناف کے نیچے باندھنا ص ۱۰)

ایک ہی راویہ اگر مرضی کے خلاف روایت میں ہو تو مجہولہ بن جاتی ہے اور دوسری جگہ اسی کی روایت سے حجت پکڑی جاتی ہے۔ سبحان اللہ! کیا دیوبندی انصاف ہے!!
تنبیہ: مجمع الزوائد والی روایت مذکورہ المعجم الکبیر للطبرانی (ج ۲ ص ۱۹، ۲۰ ح ۲۸) میں ام یحییٰ کی سند سے موجود ہے اور اسی کتاب سے ”حدیث اور اہل حدیث“ کے مصنف نے اسے نقل کر رکھا ہے۔ (ص ۷۹)
تنبیہ: سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے منسوب یہ غیر ثابت روایت محمد ظفر الدین قادری رضوی بریلوی (متوفی ۱۹۶۲ء) نے اپنی وضع کردہ کتاب ”صحیح البہاری“ (ص ۳۸۳) میں نقل کی ہے۔

معلوم ہوا کہ صحیح البخاری کے مقابلے میں لکھی گئی بریلوی کتاب ”صحیح البہاری“ (!) اپنے دامن میں ضعیف و مردود روایات بھی جمع کئے ہوئے ہے۔ یہ لوگ کس دھڑلے سے ضعیف و مردود روایات کو صحیح باور کرانا چاہتے ہیں۔ کیا انہیں روز جزا کی پکڑ کا کوئی ڈرنیسیں ہے؟

قاری چن صاحب (۲):

”امام بخاریؒ کے استاد ابو بکر بن ابی شیبہ نے حضرت عطاء تابعیؒ کا فتویٰ نقل کیا کہ عورت نماز میں اپنی چھاتیوں تک ہاتھ اٹھائے اور فرمایا ایسے نہ اٹھائے جس طرح مرد اٹھاتے ہیں اور آخر میں فرمایا نماز میں عورت..... مردوں کی طرح نہیں ہے۔ مصنف لابی بکر بن ابی شیبہ صفحہ 239/1“

الجواب:

مصنف ابن ابی شیبہ (۲۳۹/۱ ج ۲۴۷) کی روایت مذکورہ کے آخر میں ہے کہ عطاء بن ابی رباح تابعی رحمہ اللہ نے

فرمایا: ”إِنَّ لِلْمَرْأَةِ هَيْئَةً لَيْسَتْ لِلرَّجُلِ وَإِنْ تَرَكَتْ ذَلِكَ فَلَا حَرَجَ“

بے شک عورت کی ہیئت (حالت) مرد کی طرح نہیں ہے اور اگر وہ عورت اسے ترک کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲۳۹/۱)

معلوم ہوا کہ عطاء رحمہ اللہ کے نزدیک اگر عورت، چھاتی تک ہاتھ اٹھانا ترک کر کے مردوں کی طرح نماز پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

اس آخری جملے کو قاری چن صاحب اور ”حدیث اور اہل حدیث“ کے مصنف نے (الحديث كما هو) اس لئے چھپا لیا ہے کہ اس جملے سے اُن کے مزعوم مذہب کی بنیاد ہی ختم ہو جاتی ہے۔ جب اس میں حرج کوئی نہیں ہے تو پھر دیوبندی وریلو کی حضرات کیوں شور مچا رہے ہیں کہ مرد کا نول تک اور عورتیں چھاتیوں تک ہاتھ اٹھائیں؟

آل تقلید کے بزم خود دعویٰ میں قرآن، حدیث، اجماع اور اجتہاد ابی حنیفہ حجت ہے۔ امام عطاء تابعی رحمہ اللہ کا قول کہاں سے ان کی حجت بن گیا؟

جناب ظفر احمد تھانوی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں کہ:

”فإن قول التابعي لا حجة فيه“ [بے شک تابعی کے قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔]

(اعلاء السنن ج ۱ ص ۲۴۹)

دیوبندیوں کی ایک پسندیدہ کتاب میں لکھا ہوا ہے کہ امام ابو حنیفہ نے فرمایا:

”اگر صحابہ کے آثار ہوں اور مختلف ہوں تو انتخاب کرتا ہوں اور اگر تابعین کی بات ہو تو ان کی مزاحمت کرتا ہوں یعنی ان کی طرح میں بھی اجتہاد کرتا ہوں“ (تذکرۃ النعمان ترجمہ عقود الجمان ص ۲۴۱)

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہونیں۔

اول: امام صاحب تابعین کے اقوال و افعال کو حجت تسلیم نہیں کرتے تھے۔

دوم: امام صاحب تابعین میں سے نہیں ہیں۔ اگر وہ تابعین میں سے ہوتے تو پھر تابعین کا علیحدہ ذکر کرنے کی (بغیر قرینہ صارفہ کے) کیا ضرورت تھی؟

اب امام عطاء بن ابی رباح رحمہ اللہ کے چند مسائل پیش خدمت ہیں جنہیں آل تقلید بالکل نہیں مانتے۔

۱: عطاء بن ابی رباح رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، دیکھئے جز رفع الیدین (ج ۶۲ وسندہ حسن)
۲: عطاء فرماتے ہیں کہ:

”أما أنا فأقرأ مع الإمام في الظهر والعصر بأم القرآن وسورة قصيرة“

میں ظہر اور عصر میں امام کے پیچھے سورہ فاتحہ اور ایک چھوٹی سورت پڑھتا ہوں۔

(مصنف عبدالرزاق ۲/۱۳۳ ج ۸۶۲ وسندہ صحیح، ابن جریر صرح بالسماع)

۳: عطاء فرماتے ہیں کہ: ”المسح على الجوربين بمنزلة المسح على الخفين“

جراہوں پر مسح اسی طرح (جائز) ہے جس طرح موزوں پر مسح (جائز) ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۸۹/۱ ج ۱۹۹)

۴: عطاء سے پوچھا گیا کہ اگر آپ غسل کے دوران (یعنی آخر میں) اپنے ذکر کو ہاتھ لگا دیں تو کیا کریں گے؟ انہوں

نے فرمایا: ”إذا أعوذ بوضوء“ میں تود دوبارہ وضو کروں گا۔ (مصنف عبدالرزاق ۱۱۶/۱ ج ۴۲۰ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ قرآن وحدیث کی مخالفت کے ساتھ ساتھ آل تقلید حضرات امام عطاء ودیگر تابعین وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال وافعال کے بھی مخالف ہیں۔

قاری چین صاحب (۳): ”حضرت علامہ مولانا عبدالحی لکھنوی فرماتے ہیں:

”واما في حق النساء فاتفقوا على ان السنة لهن وضع الیدین علی الصدر... عورتوں کے متعلق سب کا

اتفاق ہے کہ ان کے لئے سنت سینے پر ہاتھ باندھنا ہے نماز میں۔ السعایہ صفحہ ۱۵۶/۲“

الجواب:

عبدالحی لکھنوی تقلیدی کے قول ”سب کا اتفاق“ سے مراد سب دیوبندیوں وبریلویوں وخفیوں کا اتفاق ہے، پوری امت

کا اتفاق مراد نہیں۔

عبدالرحمن الجزیری صاحب لکھتے ہیں کہ:

”الحنا بلة - قالوا: السنة للرجل والمرأة أن يضع باطن يده اليمنى على ظهر يده اليسرى

ويجعلهما تحت سُرته“

حنبلی حضرات کہتے ہیں کہ مرد وعورت (دونوں) کے لئے سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کا باطن بائیں ہاتھ کی پشت پر اور

ناف کے نیچے رکھا جائے۔ (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج ۱ ص ۲۵ طبع بیروت، لبنان)

یاد رہے کہ عبدالحی لکھنوی جیسے تقلیدی مولویوں کا قول وفعل، اہل حدیث کے خلاف پیش کرنا انہی لوگوں کا کام ہے

جو کتاب وسنت واجماع سے محروم اور تہی دامن ہیں۔

قاری چین صاحب (۴): ”عن أبي يزيد بن أبي حبيب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على

امراتين تصلين فقال [إذا] سجدتما فضا بعض اللحم الى الارض فإن المرأة في ذلك ليست

كالرجل،

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دو عورتیں کے پاس سے گزرے جو نماز پڑھ رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم سجدہ کرو تو اپنے جسم کے بعض حصوں کو زمین سے چٹا دو اس لئے کہ اس میں عورت مرد کی مانند نہیں ہے۔ (بیہقی صفحہ 2/223، اعلیٰ السنن صفحہ 3/19)

الجواب:

امام بیہقی نے روایت مذکورہ کو امام ابوداؤد کی کتاب المراسیل (ح ۸۷) سے نقل کرنے سے پہلے اسے ”حدیث منقطع“ یعنی منقطع حدیث لکھا ہے۔ (السنن الکبریٰ ۲/۲۳۳)

منقطع حدیث کے بارے میں اصول حدیث کی ایک جدید کتاب میں لکھا ہے کہ:

”المنقطع ضعیف بالآفاق اتفاق بین العلماء وذلك للجهل بحال الراوي المحذوف“
علماء کا اتفاق ہے کہ منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے، یہ اس لئے کہ اس کا محذوف راوی مجہول ہوتا ہے۔
(تیسیر مصطلح الحدیث ص ۸۷، المنقطع)

تنبیہ: کتاب المراسیل لابن داؤد (ح ۳۳) میں آیا ہے کہ طاؤس (تابعی) فرماتے ہیں کہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے تھے۔ (ص ۸۹)

آل تقلید کو اس منقطع حدیث سے چڑ ہے۔ یہ لوگ اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں پھر بھی اہل حدیث کے خلاف کتاب المراسیل کی منقطع روایت سے استدلال کر رہے ہیں! سبحان اللہ!

قاری چن صاحب (۵): ”عن ابن عمر مرفوعاً إذا جلست المرأة في الصلوة وضعت فخذهما على فخذهما الأخرى فإذا سجدت الصقت بطنها في فخذيها كما ستر ما يكون لها وإن الله تعالى ينظر إليها ويقول يا ملائكتي اشهدكم اني قد غفرت لها.“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب عورت نماز میں بیٹھے تو دائیں ران بائیں ران پر رکھے اور جب سجدہ (کرے) تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے ملائے جو زیادہ ستر کی حالت ہے اللہ تعالیٰ اسے دیکھ کر فرماتے ہیں اے (فرشتو) گواہ ہو جاؤ میں نے اس عورت کے بخش دیا۔ بیہقی صفحہ 2/223

الجواب:

اس روایت کے ایک راوی ابو مطیع الحکم بن عبد اللہ اللبخی کے بارے میں السنن الکبریٰ للبیہقی کے اسی صفحے پر لکھا ہوا ہے کہ:

”قال أبو أحمد: أبو مطيع بين الضعف في أحاديثه“ إلخ

(امام) ابو احمد (بن عدی) نے فرمایا: ابو مطیع کا اپنی حدیثوں میں ضعیف ہونا واضح ہے۔۔۔ إلخ
اسے امام بخاری بن معین وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس پر جمہور محدثین کی جرح کے لئے لسان المیزان (۳۳۶-۳۳۷) پڑھ لیں۔

اس روایت کے دوسرے راوی محمد بن القاسم اللبخی کا ذکر حلال نہیں ہے۔ دیکھئے لسان المیزان (۳۳۷-۳۳۸/۵) (۷۹۹)

اس کے تیسرے راوی عبید بن محمد السرخسی کے حالات نامعلوم ہیں۔
خلاصۃ تحقیق: یہ روایت موضوع ہے۔ خود امام بیہقی نے اسے اور آنے والی حدیث (۹) کو ”حدیثان
ضعیفان لایحتج بأمثالها“ قرار دیا ہے۔ (السنن الکبریٰ ۲۲۲/۲)
تنبیہ: یہ روایت کنز العمال (۵۴۹/۷ ح ۲۰۲۰۳) میں بحوالہ بیہقی وابن عدی (الکامل ۵۰۱/۲) منقول ہے
(کنز العمال میں لکھا ہوا ہے کہ: عذق وضعفه عن ابن عمر) بعض الناس نے کان کو الٹی طرف سے پکڑتے
ہوئے اسے بحوالہ کنز العمال نقل کیا ہے۔ (حدیث اور اہل حدیث ص ۲۸۱ نمبر ۵)!

قاری جین صاحب (۶): ”عن ابن عمر أنه سئل كيف كان النساء يصلين على عهد رسول الله
صلى الله عليه وسلم؟ قال: كن يتر بصن ثم أمرن أن يحتفزن“
ترجمہ: حضرت ابن عمر سے پوچھا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں خواتین نماز کس طرح پڑھا کرتی
تھیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ پہلے چارزانوں ہو کر بیٹھتی تھیں۔ پھر انہیں حکم دیا گیا کہ خوب سمٹ کر نماز ادا کریں۔
(جامع المسانید صفحہ 400/1)
الجواب:

ابوالمؤید محمد بن محمود الخوارزمی (متوفی ۶۶۵ھ/غیر موثق) کی کتاب ”جامع المسانید“ میں اس روایت کے بعض راویوں
کا جائزہ درج ذیل ہے۔

۱: ابراہیم بن مہدی کا تعین نامعلوم ہے۔ تقریب میں اس نام کے دو راوی ہیں۔ ان میں دوسرا مجروح ہے۔ قال
الحافظ ابن حجر: ”البصري، كذبوه“ یہ بصری ہے اسے (محدثین نے) جھوٹا کہا ہے۔ (التقریب: ۲۵۷)

۲: زر بن حجاج البصری کے حالات نہیں ملے۔

۳: احمد بن محمد بن خالد کے حالات نہیں ملے۔

۴: علی بن محمد البرزازی کے حالات نہیں ملے۔

۵: قاضی عمر بن الحسن بن علی الاثنانی مختلف فیہ راوی ہے۔ اس کے بارے میں امام دارقطنی فرماتے ہیں کہ: ”وكان
يكذب“ اور وہ جھوٹ بولتا تھا۔ (سوالات الحاکم للدارقطنی: ۲۵۴ ص ۱۶۴)

حسن بن محمد الحلال نے کہا: ”ضعيف تكلموا فيه“ (تاریخ بغداد ۲۳۸/۱۱) ذہبی نے اس پر جرح کی۔
ابوعلی اللہری اور ابوعلی الحافظ نے اس کی توثیق کی۔ (تاریخ بغداد ۲۳۸/۱۱)

ابن الجوزی نے اس پر سخت جرح کی (الموضوعات ۲۸۰/۳) برهان الدین الحلبي نے اسے واضعین حدیث میں ذکر کیا
اور کوئی دفاع نہیں کیا (دیکھئے الکشف الحشیث عن رمی بوضع الحدیث ص ۳۱۱، ۳۱۲ ت ۵۴۱)

ابوالقاسم طلحہ بن محمد بن جعفر الشاهد: ضعیف، معزلی گمراہ نے اس کی تعریف کی۔ خطیب بغدادی نے بھی اس کی تعریف
کی۔

خلاصۃ التحقیق: قاضی اشنانی ضعیف عند الجھور ہے۔

تنبیہ: قاضی اشنانی تک سند میں بھی نظر ہے۔

۶: دوسری سند میں عبداللہ بن احمد بن خالد الرازی، زکریا بن یحییٰ النیسابوری اور قبیصہ الطبری نامعلوم راوی ہیں۔ اور ابو محمد البخاری (عبداللہ بن محمد بن یعقوب) کذاب راوی ہے۔ دیکھئے الکشف الحشیث ص (۲۴۸) و کتاب القراءة للبیہقی (ص ۱۵۴) و لسان المیزان (۳/۳۴۸، ۳۴۹) و نور العینین فی اثبات رفع الیدین (ص ۴۰، ۴۱)

معلوم ہوا کہ قاری صاحبان اینڈ پارٹی کی پیش کردہ یہ روایت موضوع ہے۔ امام ابو حنیفہ سے یہ روایات ثابت ہی نہیں ہے۔ اس کے باوجود یہ لوگ مزے لے لے کر یہ موضوع روایت پیش کر رہے ہیں!

قاری چن صاحب (۷): ”خليفة راشد حضرت علي فرمايا کرتے تھے کہ: إذا سجدت المرأة فلتحتفز و لتضم فخذیها،

ترجمہ: جب عورت سجدہ کرے تو خوب سمٹ کر سجدہ کرے اور اپنی رانوں کو ملائے۔ بیہقی صفحہ 223/2 مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ 270/1“

الجواب:

السنن الکبریٰ للبیہقی (ج ۲ ص ۲۲۲) و مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۲۷۷ ح ۲۷۷) دونوں کتابوں میں یہ روایت ”عن أبي إسحاق عن الحارث عن علي“ کی سند سے ہے۔

الحارث الاعور جہور محدثین کے نزدیک سخت مجروح راوی ہے۔ زیلعی حنفی نے کہا: ”لا یحتج بہ“ اس سے حجت نہیں پکڑی جاتی (نصب الراية ۲/۲۲۶) زیلعی نے مزید کہا: ”کذبہ الشعبي وابن المدیني“ إلخ

اسے شععی اور ابن المدینی نے کذاب کہا ہے۔ (نصب الراية ۳/۲)

اس سند کے دوسرے راوی ابواسحاق السبئی مدلس ہیں (طبقات المدلسین لابن حجر، المرتبہ الثالثہ ۳/۹۱) اور یہ روایت معنعن ہے۔

خلاصۃ التحقیق: یہ روایت مردود ہے۔

قاری چن صاحب (۸): ”عن ابن عباس انه سئل عن صلوة المرأة فقال: تجمع وتحتفز“ حضرت ابن عباس سے عورت کی نماز کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے فرمایا: خوب اکٹھی ہو کر اور سمٹ کر نماز پڑھے۔

مصنف ابن ابی شیبہ صفحہ 270/1“

الجواب: یہ روایت کبیر بن عبداللہ بن الاشج نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بیان کی ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۲/۲۷۷ ح ۲۷۷)

کبیر کی سیدنا ابن عباس سے ملاقات ثابت نہیں ہے۔ حاکم کہتے ہیں کہ: ”لم یثبت سماعه من عبد الله بن

الحارث بن جزء وإنما روايته عن التابعين“

عبداللہ بن حارث بن جزء (رضی اللہ عنہ متوفی ۸۸ھ) سے اس کا سماع ثابت نہیں ہے۔ اس کی روایت تو صرف تابعین سے ہے۔ (تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۴۹۳، دوسرا نسخہ ص ۴۳۲)
یاد رہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ ۶۸ھ میں طائف میں فوت ہوئے تھے۔ جب ۸۸ھ میں فوت ہونے والے صحابی سے ملاقات ثابت نہیں تو ۶۸ھ میں فوت ہونے والے سے کس طرح ثابت ہو سکتی ہے؟
نتیجہ: یہ سند منقطع (یعنی ضعیف و مردود) ہے۔ سخت حیرت ہے کہ دیوبندیوں اور بریلویوں کے پاس اتنی ضعیف و مردود روایات کس طرح جمع ہو گئی ہیں؟ غالباً ان لوگوں کو بہت محنت کرنا پڑی ہوگی، واللہ اعلم!
قاری چن صاحب (۹): ”حضرت ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ تشہد میں دایاں پاؤں کھڑا رکھیں اور بائیں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھا کریں اور عورتوں کو حکم دیا کرتے تھے کہ سمت کر بیٹھیں۔ بہت ہی صفحہ 2/223“
الجواب:

اس روایت کا ایک راوی عطاء بن عجلان ہے جس کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں کہ: ”عطاء بن عجلان ضعیف“ عطاء بن عجلان ضعیف ہے۔ (السنن الکبریٰ ۲/۲۲۳)
حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ: ”متر وک بل أطلق عليه ابن معين والفلاس وغيرهما الكذب“
یہ متر وک ہے بلکہ ابن معین اور الفلاس وغیرہا نے مطلق طور پر اسے کذاب قرار دیا ہے۔ (التقریب: ۴۵۹۴)
اس روایت اور سابقہ روایت (۵) کے بارے میں امام بیہقی فرماتے ہیں کہ:
یہ دونوں حدیثیں ضعیف ہیں، ان جیسی روایتوں سے حجت نہیں پکڑی جاتی (السنن الکبریٰ ۲/۲۲۲)
نتیجہ: یہ روایت مردود و موضوع ہے۔

تنبیہ: ان مردود روایات کے بعد قاری چن محمد صاحب وغیرہ نے دو روایتیں پیش کی ہیں کہ (۱) عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے نہیں، اسی طرح جب تک عورت کے قدموں کا اوپر والا حصہ ڈھانپا ہوا نہ ہو تو نماز نہیں ہوتی (۲) تمہارا (یعنی عورتوں کا) گھروں کے اندر نماز پڑھنا برآمدے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ راجح
عرض ہے کہ ان روایتوں کا اس بات سے کوئی تعلق نہیں ہے کہ عورت سینے پر ہاتھ رکھے اور مرد ناف کے نیچے، عورت بازو زمین پر بچھا دے جب کہ مرد نہ بچھائیں، وغیرہ وغیرہ، موضوع سے غیر متعلقہ دلائل پیش کرنا ان لوگوں کا کام ہے جن کے پاس سرے سے دلائل نہیں ہوتے۔

قاری صاحبان نے لکھا ہے کہ ”تمام فقہائے کرام و محدثین ان تمام فرقوں کو ملحوظ رکھتے ہیں (ص ۴) عرض ہے کہ کیا حنا بلہ، تمام فقہائے کرام سے خارج ہیں؟ تیسری روایت کا جواب دوبارہ پڑھ لیں۔
قاری صاحبان اینڈ پارٹی نے اہل حدیث کے خلاف فتاویٰ غزوہ نوہ و فتاویٰ علماء اہل حدیث (۱۴۸/۳) کا حوالہ بطور

الزام پیش کیا ہے۔ عرض ہے کہ فتاویٰ علمائے حدیث کی تقریباً ہر جلد کے شروع میں لکھا ہوا ہے کہ: ”یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ مسلک اہلحدیث کا بنیادی اصول صرف کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ہے۔ رائے، قیاس، اجتہاد اور اجماع یہ سب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماتحت ہیں۔۔۔ اصول کی بنا پر اہل حدیث کے نزدیک ہر ذی شعور مسلمان کو حق حاصل ہے کہ وہ جملہ افراد امت کے فتاویٰ، ان کے خیالات کو کتاب و سنت پر پیش کرے جو موافق ہوں سر آنکھوں پر تسلیم کرے، ورنہ ترک کرے“ (ج ۱ ص ۶)

اس اصول کی روشنی میں جب فتاویٰ مذکورہ کو کتاب و سنت پر پیش کیا گیا تو معلوم ہوا کہ یہ فتوے صحیح حدیث ”صلوا کما رأیتمونی أصلي“ نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو۔ (صحیح البخاری: ۶۳۱)

کے خلاف ہونے کی وجہ سے متروک ہیں۔

اہل حدیث کے ایک مشہور عالم اور مصنف حافظ صلاح الدین یوسف صاحب ایک شخص عبد الرؤف سکھروی (دیوبندی) کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس لئے مولانا غزنوی کا یہ فتویٰ بھی ہمارے نزدیک اسی طرح غلط ہے جس طرح آپ کی ساری کتاب غلط، بلکہ اغلو طات کا مجموعہ ہے۔ یہی وجہ کہ علمائے اہلحدیث میں کسی نے مولانا غزنوی کی تائید نہیں کی۔“

(کیا عورتوں کا طریقہ نماز مردوں سے مختلف ہے؟ ص 57)

معلوم ہوا کہ غزنوی صاحب کا فتویٰ، اہلحدیث کے نزدیک مفتی بھانپیں ہے۔ جب ہم ان لوگوں کے خلاف غیر مفتی بھا مسائل پیش نہیں کرتے تو یہ لوگ کیوں ہمارے خلاف غیر مفتی بھا مسائل پیش کرتے ہیں؟

نتیجہ: قاری چن محمد صاحب اینڈ پارٹی ایسی ایک دلیل بھی پیش نہیں کر سکے ہیں جس سے عورتوں کا طریقہ نماز (مثلاً عورتوں کا سینے پر ہاتھ باندھنا اور مردوں کا ناف سے نیچے ہاتھ باندھنا، وغیرہ) مردوں سے مختلف ہو۔ دلائل کے میدان میں تہی دامن ہونے کے باوجود یہ شور مچا رہے ہیں کہ: ”بلکہ خواتین کا طریقہ نماز مردوں کے طریقے سے جدا ہونا بہت سی احادیث اور آثار صحابہ و تابعین سے ثابت ہے“ (ص ۱)

قاری صاحبان کے مستدلانہ تحقیق کے بعد صاحب ”حدیث اور اہل حدیث“ کے شبہات کا جواب پیش خدمت ہے۔

بعض الناس (۱): ”عن عبد ربه بن سليمان بن عمير قال : رأيت أم الدرداء ترفع يديها في الصلوة حذو منكبيها (جزوفع الیدین للامام البخاری ص ۷)

حضرت عبد ربہ بن سلیمان بن عمیرؒ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ام درداء رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ آپ نماز میں اپنے دونوں ہاتھ کندھوں کے برابر اٹھاتی ہیں“ (حدیث اور اہلحدیث ص ۷۹ نمبر ۲)

الجواب:

ابحدیث کے نزدیک کندھوں تک رفع یدین کرنا بھی صحیح ہے۔ اور کانوں تک بھی صحیح ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے کانوں تک رفع یدین کیا ہے۔ (صحیح مسلم: ۳۹۱) اور آپ کندھوں تک بھی رفع یدین کرتے تھے (صحیح البخاری: ۳۶۷ صحیح مسلم: ۳۹۰)

یہاں پر بطور تنبیہ عرض ہے کہ جزء رفع الیدین کی اسی روایت (ح ۲۴) کے فوراً بعد اسی سند کے ساتھ آیا ہے کہ ام الدرداء رضی اللہ عنہا رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین کرتی تھیں۔ (ح ۲۵ وسندہ حسن) اس بات کو صاحب ”حدیث اور ابحدیث“ نے چھپا لیا ہے۔ چھپانے کی وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کو رفع یدین سے ایک خاص قسم کی چڑ ہے۔

بعض الناس (۲): ”حضرت ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ عورت جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں سے چپکالے اور اپنے سرین کو اوپر نہ اٹھائے اور اعضا کو اس طرح دور نہ رکھے جیسے مرد رکھتا ہے۔“ (حدیث اور ابحدیث ص ۲۸۲ نمبر ۸/ بحوالہ مصنف ابن ابی شیبہ ۲۷۰/۱ والبیہقی ۲۲۲/۲) الجواب:

حدیث نمبر ۲ کے جواب میں ذکر کر دیا گیا ہے کہ دیوبندیوں (آل تقلید) وغیرہ کے نزدیک تابعی کے قول میں کوئی حجت نہیں ہے۔ اپنے اس عقیدے کے خلاف یہ لوگ پتہ نہیں کیوں ایک تابعی کا قول پیش کر رہے ہیں؟ اب ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے چند وہ اقوال پیش خدمت ہیں، جن کے آل تقلید سرسرا مخالف ہیں۔
۱: ابراہیم نخعی جرابوں پر مسح کرتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ۱۸۸/۱ ح ۱۹۷ وسندہ صحیح)
۲: وضوء کی حالت میں ابراہیم نخعی اپنی بیوی کا بوسہ نہ لینے کے قائل تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۲۵۱/۱ ح ۵۰۰ وسندہ صحیح)
یعنی ان کے نزدیک اپنی بیوی کا بوسہ لینے سے وضوء ٹوٹ جاتا ہے۔ دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ (۲۶۱/۱ ح ۵۰۷)
۳: ابراہیم نخعی رکوع میں تطہیق کرتے یعنی اپنے دونوں ہاتھ اپنی رانوں کے درمیان رکھتے تھے (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۶۱/۱ ح ۲۵۴ ملخصاً وسندہ صحیح، الا عمش صرح بالسماع)
ابراہیم نخعی کے دیگر مسائل کے لیے دیکھئے مولانا محمد رئیس ندوی کی کتاب ”اللمحات الی مافی انوار الباری من الظلمات“ (ج ۱ ص ۴۱۴-۴۲۰)

تنبیہ: ابراہیم نخعی نے فرمایا: ”تفعد المرأة فی الصلوة کما یفعد الرجل“
عورت نماز میں اس طرح بیٹھے گی جس طرح مرد بیٹھتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۲۷۰/۱ ح ۲۸۸، وسندہ صحیح) اس قول کے بارے میں کیا خیال ہے؟
بعض الناس (۳): ”حضرت مجاہدؒ اس بات کو مکروہہ جانتے تھے کہ مرد جب سجدہ کرے تو اپنی پیٹ کو رانوں پر رکھے جیسا کہ عورت رکھتی ہے“ (حدیث اور ابحدیث ص ۲۸۲ نمبر ۹/ مصنف ابن ابی شیبہ ۲۷۰/۱)

الجواب:

لیث بن ابی سلیم جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، قال البوصیری: ”هذا إسناده ضعيف، ليث هو ابن أبي سليم ضعفه الجمهور“ (سنن ابن ماجہ: ۲۰۸ مع زوائد البوصیری)
لیث مذکور پر جرح کے لیے دیکھئے تھذیب التھذیب و کتب اسماء الرجال اور سر فراز خان صفدر دیوبندی کی کتاب ”احسن الکلام“ (ج ۲ ص ۱۲۸ طبع بار دوم، عنوان تیسرا باب، آثار صحابہ و تابعین وغیرہم)
لیث بن ابی سلیم مدلس ہے۔ (جمع الزوائد للعلینی ج ۱ ص ۸۳، کتاب مشاہیر علماء الامصار لابن حبان ص ۱۴۶ ت: ۱۱۵۳) اور یہ روایت معنعن ہے لہذا ضعیف و مردود ہے۔
اس کے علاوہ بعض الناس نے کچھ غیر متعلق روایات لکھ کر ملا مرغینانی (صاحب الہدایہ) وغیرہ کے اقوال الہجدیث کے خلاف پیش کیے ہیں۔ (دیکھئے حدیث اور الہجدیث ص ۴۸۳)
سبحان اللہ! کیا خیال ہے اگر الہجدیث کے خلاف مونگ پھلی استاد، پیالی ملا، گبین استاد، کابل ملا وغیرہ کے اقوال و افعال پیش کیے جائیں تو کیسا رہے گا؟!
مفتی محمد ابراہیم صادق آبادی دیوبندی نے جو روایات اس سلسلے میں لکھی ہیں ان پر تبصرہ اس مضمون میں آ گیا ہے۔ اس نام نہاد مفتی نے صرف ایک اضافہ کیا ہے۔
صادق آبادی: ”اور امام حسن بصری کا بھی عورت کی نماز کے متعلق یہی فتویٰ ہے“
(خواتین کا اسلام روزنامہ اسلام، ۱۸۔ اکتوبر ۲۰۰۳ء ص ۴ بحوالہ ابن ابی شیبہ)
الجواب: یہ روایت مصنف ابن ابی شیبہ میں ”ابن المبارک عن هشام عن الحسن“ کی سند سے مروی ہے۔
(۲۷۰/۱ ج ۲۷۸)

ہشام بن حسان مدلس راوی ہیں (طبقات المدلسین، المرتبہ الثالثہ ۳/۱۱۰) اور یہ روایت معنعن ہے۔ لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

آل تقلید کا ایک بہت بڑا جھوٹ

امین اوکاڑوی دیوبندی صاحب کے مدوحین نے مردوں اور عورتوں کے طریقہ نماز میں فرق ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ:
”قال أبو بکر بن أبي شيبه سمعت عطاء سئل عن المرأة كيف ترفع يديها في الصلوة قال: حذو ثديها...“

ترجمہ: امام بخاری کے استاد ابو بکر بن ابی شیبہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے سنا کہ ان سے عورت کے بارے میں پوچھا گیا وہ نماز میں ہاتھ کیسے اٹھائے تو انہوں نے فرمایا کہ اپنی چھاتیوں تک۔۔۔ (المصنف لابن بکر بن ابی شیبہ)

ج ۱ ص ۲۳۹

(مجموعہ رسائل اوکاڑوی، ج ۲ ص ۹۶ طبع اول جون ۱۹۹۳ء و تجلیات صفدر مطبوعات مکتبہ امدادیہ ملتان ج ۵ ص ۱۱۰)
الجواب: مصنف ابن ابی شیبہ میں لکھا ہوا ہے کہ:

”حدثنا هشيم قال: أنا شيخ لنا قال: سمعت عطاء سئل عن المرأة كيف ترفع يديها في الصلوة
قال حذو ثدييها“ (ج ۱ ص ۲۳۹ ج ۲ ص ۲۴۷)

معلوم ہوا کہ ابوبکر بن ابی شیبہ اور عطاء (متوفی ۱۱۴ھ) کے درمیان دو واسطے ہیں جن میں سے ایک واسطہ ”شیخ لنا“ مہول ہے جسے ایک خاص مقصد کے لیے اوکاڑوی صاحب کے مدوحین نے گر دیا ہے تاکہ سند کا ضعیف ہونا واضح نہ ہو جائے۔
محمد تقی عثمانی دیوبندی صاحب وغیرہ کے مصدقہ فتویٰ میں لکھا ہوا ہے کہ:

”اور ایک تابعی کا عمل اگرچہ اصول کے مخالف نہ بھی ہو تب بھی اس سے استدلال نہیں کیا جاسکتا“

(مجموعہ رسائل ۹۹/۲ و تجلیات صفدر ۱۱۳/۵)

اس فتویٰ کے ذمہ دار درج ذیل حضرات ہیں:

(۱) امین اوکاڑوی (۲) محمد تقی عثمانی (۳) محمد بدر عالم صدیقی (۴) محمد رفیع عثمانی وغیرہم

عرض ہے کہ آپ لوگ تابعین کے اقوال کیوں پیش کر رہے ہیں؟

اہل حدیث کے دلائل پر اعتراضات

اہل حدیث کے نزدیک سینے پر ہاتھ باندھنے، رکوع، سجود اور نماز میں بیٹھنے وغیرہ میں مردوں اور عورتوں کا طریقہ نماز
ایک جیسا ہے کیونکہ صحیح حدیث میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
”صلوا كما رأيتموني أصلي“ نماز اس طرح پڑھو جس طرح تم مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔ (بخاری: ۶۳۱)
اس حدیث کے مفہوم پر آل تقلید نے بہت اعتراضات کیے ہیں، لیکن دیوبندی مفتی صاحبان کے مصدقہ فتوے میں لکھا
ہوا ہے کہ:

”اس روایت میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کی عمومیت میں مرد و عورت سمیت پوری امت شریک ہے اور پوری
امت پر لازم ہے کہ جو طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ہے وہی طریقہ پوری امت کا ہو لیکن یہ واضح ہو کہ اس
عمومیت پر عمل اس وقت تک ہی ضروری ہے جب تک کوئی شرعی دلیل اس کے معارض نہ ہو۔۔۔“ (مجموعہ رسائل ج
۲ ص ۱۰۱ و تجلیات صفدر ج ۵ ص ۱۱۴، ۱۱۵)

عرض ہے کہ گذشتہ صفحات میں آپ نے بالتفصیل پڑھ لیا ہے کہ عورت کے علیحدہ طریقہ نماز کی تخصیص پر کوئی شرعی دلیل
نہیں ہے۔

مشہور صحابی رسول ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کی بیوی ام الدرداء (ہجیمۃ تابعیۃ رحمہا اللہ) کے بارے میں ان کے شاگرد

(امام) کھول الشامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”أن أم الدرداء كانت تجلس في الصلوة كجلسة الرجل“
بے شک ام الدرداء (رحمہا اللہ) نماز میں مردوں کی طرح بیٹھتی تھیں۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۰۷ ج ۲۸۵ و عمدۃ
القاری ۱۰/۱۶۱ و سندہ قوی، التاریخ الصغیر للبخاری ۲۲۳/۱ تاریخ دمشق لابن عساکر ۷/۱۷۷ و تلخیص التعلیق ۲/۳۲۹)
امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”و كانت أم الدرداء تجلس في صلاتها جلسة الرجل و كانت فقيهة“
اور ام الدرداء (رحمہا اللہ) اپنی نماز میں مرد کی طرح بیٹھتی تھیں اور وہ فقیہہ (یعنی فقیہ) تھیں (صحیح البخاری قبل ج: ۸۲۷)
کیا خیال ہے سیدنا ابو الدرداء کی فقیہہ بیوی ام الدرداء رحمہا اللہ نے نماز کا طریقہ کس سے سیکھا تھا؟
ام الدرداء تابعیہ کے اس عمل کی تائید ابراہیم نخعی (تابعی صغیر) کے قول سے بھی ہوتی ہے۔
ابراہیم نخعی فرماتے ہیں: ”تقعد المرأة في الصلوة كما يقعد الرجل“ عورت نماز میں اس طرح بیٹھتی جیسے مرد
بیٹھتا ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/۲۰۷ ج ۲۸۸ و سندہ صحیح)
امام ابو حنیفہ کے استاد حماد (بن ابی سلیمان) فرماتے ہیں کہ: ”تقعد كيف شاءت“ عورت کی جیسے مرضی ہو
(نماز میں) بیٹھے۔ (ابن ابی شیبہ ۱/۲۰۷ ج ۲۸۹ و سندہ صحیح)
عطاء بن ابی رباح (تابعی) کا قول اس مضمون کے شروع میں گزر چکا ہے کہ ”عورت کی ہیئت مرد کی طرح نہیں ہے اگر
وہ (عورت) اسے ترک کر دے تو کوئی حرج نہیں ہے“ (دیکھئے جواب روایت نمبر ۲، ص ۳)
معلوم ہوا کہ آل تقلید حضرات مرد و عورت کے طریقہ نماز میں جس اختلاف کا ڈھنڈورا پیٹ رہے ہیں وہ بہ
اجماع تابعین باطل ہے۔

تنبیہ: اس مضمون میں آل تقلید کے تمام دریافت شدہ شبہات کا جواب آ گیا ہے واللہ
خلاصۃ تحقیق: مرد و عورت کی نماز میں یہ فرق کرنا کہ مرد ناف کے نیچے ہاتھ باندھے اور عورت سینے پر، مرد سجدوں
میں کہنیاں زمین سے اٹھائے اور عورت اپنی کہنیاں زمین سے ملا لے وغیرہ فروق قرآن و حدیث و اجماع سے قطعاً
ثابت نہیں ہیں۔ قرآن و حدیث سے جو فرق ثابت ہے اسے اہل حدیث علماء و عوام سر آنکھوں پر رکھتے ہیں مثلاً: عورت
کے لیے دوپٹے کا ضروری ہونا، بھولنے والے امام کو تسبیح کے بجائے ہاتھ پر ہاتھ مار کر تنبیہ کرنا وغیرہ،
فائدہ: الشیخ الفقیہ محمد بن الصالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

”فالقول الراجح: أن المرأة تصنع كما يصنع الرجل في كل شيء، فترفع يديها وتجافي وتمد
الظهر في حال الركوع وترفع بطنها عن الفخذين والفخذين عن الساقين في حال السجود“
پس راجح قول (یہ) ہے کہ: عورت بھی (نماز کی) ہر چیز میں اسی طرح کرے گی جس طرح مرد کرتا ہے۔ وہ رفع یدین
کرے گی (ہاتھوں کو پہلوؤں سے) دوڑ رکھے گی، رکوع میں اپنی پیٹھ سیدھی کرے گی، حالت سجدہ میں اپنے پیٹ کو
رانوں سے دوڑ اور رانوں کو پنڈلیوں سے ہٹا کر رکھے گی (الشرح لمجمع علی زاد المستقنع ج ۳ ص ۲۱۹ طبع دار ابن الجوزی)
وما علينا إلا البلاغ (۱۱ صفر ۱۴۲۶ھ)

ابوالہدیر ارشاد الحق اثری

امام مکحول دمشقی پر امام ابو حاتم رحمہ اللہ کی جرح ثابت نہیں

امام مکحول دمشقی دمشق کے کبار فقہاء و محدثین میں شمار ہوتے ہیں۔^(۱) امام ابو حاتم فرماتے ہیں ”ما أعلم بالشام أئمة من مكحول“ مجھے معلوم نہیں کہ شام میں مکحول سے زیادہ بھی کوئی فقیہ ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں: علماء چار ہیں ان میں ایک مکحول ہیں۔ بلکہ سعید بن عبد العزیز نے تو فرمایا ہے کہ وہ امام زہری رحمہ اللہ سے بھی زیادہ فقیہ تھے۔ ابن یونس (مصری) فرماتے ہیں۔ ”اتفقوا على توثيقه“ کہ اس کے ثقہ ہونے پر اتفاق ہے۔ امام العجلی، ابن خراش نے انہیں ثقہ و صدوق کہا ہے۔ حافظ ذہبی نے انہیں عالم اہل الشام الفقیہ الحافظ کے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ اس حوالے سے مزید تفصیل، تہذیب التہذیب (ج ۱۰ ص ۲۹۲، ۲۹۳)، السیر (ج ۵ ص ۱۵۹) تذکرۃ الحفاظ (ج ۱ ص ۱۰۸)، البدایہ (ج ۹ ص ۳۰۵)، تہذیب الاسماء (ج ۲ ص ۱۱۲)، وغیرہ کتب جرح و تعدیل میں دیکھی جاسکتی ہے۔ ان کی اس توثیق کے برعکس علامہ محمد طاہر پٹنی رحمہ اللہ نے قانون الموضوعات ص ۲۹۸ میں امام ابو حاتم سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے امام مکحول کے بارے میں کہا ہے کہ وہ ”لیس بالتین“ ہیں۔ حالانکہ یہ قول نہ امام ابو حاتم کے فرزند ارجمند کی کتاب الجرح والتعديل میں اور نہ ہی جرح و تعدیل کی متداول کتابوں میں اس کا کہیں ذکر ہے۔
نقل جرح میں علامہ پٹنی کا وہم:

علامہ طاہر پٹنی نے یہ قول دراصل علامہ سیوطی کی اللالی المصنوعہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ حالانکہ امر واقعہ یہ ہے کہ علامہ سیوطی کے حوالے سے یہ نقل سراسر وہم و گمراہی ہے۔ علامہ سیوطی نے تو مکحول کی توثیق کی ہے اور یہ جرح امام مکحول کے بارے میں نہیں بلکہ برد بن سنان کے بارے میں نقل ہے۔ چنانچہ موصوف ”من ولد له مولود فسماه محمداً تبرکاً به“ الحدیث بواسطۃ حماد بن سلمۃ عن برد بن سنان عن مکحول عن ابی امامۃ نقل

(۱) امام مکحول دمشقی رحمہ اللہ کی توثیق کے بارے میں تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ کی کتاب ”توضیح الکلام فی وجوب القراءة خلف الإمام“ (ج ۱ ص ۳۳۰-۳۳۳) یہاں یہ بھی یاد رہے کہ مکحول کا بدل ہونا ثابت نہیں ہے دیکھئے میری کتاب ”فتح المبین فی تحقیق طبقات المدلسین“ (۳۱۰۸) و توضیح الکلام (ج ۱ ص ۳۳۳-۳۳۸) مکحول کو حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی کے علاوہ کسی نے بدل قرار نہیں دیا۔ بعد والے بعض لوگوں نے انہی کی اتباع کی ہے۔ حافظ ابن حبان اور حافظ ذہبی ارسال کو بھی تدلیس قرار دیتے ہیں دیکھئے کتاب الثقات لابن حبان (۹۸/۶) والموقف للذهبي (ص ۴۷) / زیر علی زکی

کرنے کے بعد لکھتے ہیں۔

”مکحول من علماء التابعین وفقہائهم وثقه غیر واحد واحتج به مسلم فی صحیحہ
وبرد روی له البخاری فی الأدب المفرد والأربعة ووثقه ابن معین والنسائی وضعفه ابن
المديني وقال أبو حاتم: ليس بالمتين، وقال مرة: كان صدوقاً قدرياً وقال أبو زرعة:
لا بأس به“ (الآلی ج ۱ ص ۱۰۶)

یعنی مکحول کا شمار علمائے تابعین اور ان کے فقہاء میں ہوتا ہے۔ بہت سے حضرات نے اسے ثقہ کہا ہے^(۱) اور امام مسلم
نے اپنی صحیح میں اس سے احتجاج کیا ہے۔ اور برد (بن سنان) سے امام بخاری نے الادب المفرد میں اور اصحاب السنن
الاربعة نے روایت لی ہے۔ امام ابن معین، امام نسائی نے اسے ثقہ کہا ہے اور امام علی بن مدینی نے اسے ضعیف قرار دیا
ہے۔ اور امام ابو حاتم نے کہا ہے کہ وہ ”لیس بالمتین“ ہے اور ایک بار اسے صدوق قدری کہا ہے اور امام
ابو زرعة نے لا بأس بہ کہا ہے۔

یہ ہے علامہ سیوطی کا کلام جس کے اختصار میں یا تصرف نظر کے نتیجہ میں علامہ فتنی (پٹنی) سے وہم ہوا کہ
”لیس بالمتین“ کی نسبت امام مکحول کے بارے میں کر دی، حالانکہ یہ جرح برد بن سنان کے بارے میں ہے، اور
امام ابو حاتم کی برد بن سنان کے بارے میں یہ جرح التھذیب (ج ۱ ص ۲۹۹) اور المیزان (ج ۱ ص ۳۰۳) میں دیکھی
جاسکتی ہے۔ اسی سے امام بخاری نے الادب المفرد میں اور اصحاب سنن اربعہ نے روایت لی ہے۔

علامہ سیوطی نے یہی روایت التکت المبدیعات (ص ۳۱۱، ۳۱۲) میں نقل کی اور مکحول، برد بن سنان کا ذکر
کرتے ہوئے اس کے راویوں کو ثقہ اور اللآلی میں اس کی سند کو حسن کہا۔ اور علامہ شوکانی نے بھی ان کی اتباع میں اسنادہ
حسن کہہ دیا۔ (الفوائد ص ۴۷۱) بلکہ علامہ فتنی نے بھی علامہ سیوطی کے حوالے سے ہی جالہ کلہم ثقات لکھا۔
(تذکرۃ الموضوعات ص ۸۹) حالانکہ اس روایت کا مدار حامد بن حماد العسکری پر ہے۔ علامہ ذہبی نے اس
(روایت) کے موضوع ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ جس کی تفصیل تنزیہ الشریعہ (ج ۱ ص ۱۹۱) اور السلسلۃ الضعیفۃ
(رقم ۱۷۱) میں دیکھی جاسکتی ہے۔

(۱) جمہور علماء نے مکحول کو ثقہ قرار دیا ہے دیکھئے میری کتاب ”الکواکب الدرریہ فی وجوب الفاتحہ خلف الامام فی الجہریہ“ (ص ۳۸-۴۰)
محدثین کے علاوہ دیگر لوگوں نے بھی اسے ثقہ ہی قرار دیا ہے۔ شمس الدین السرخسی (حنفی) نے کہا: ”فمکحول فقیہ ثقہ“
پس مکحول فقیہ ثقہ ہے (المبسوط ج ۱ ص ۵۶) یہی عبارت ظفر احمد تھانوی دیوبندی نے بغیر کسی رد کے نقل کی ہے بلکہ اس سے
استدلال کیا ہے (اعلاء السنن ۱۴/۳۴۵ ج ۳ ص ۴۷۴) مکحول کی سند والی ایک روایت کو نیموی حنفی نے ”واسنادہ صحیح“ کہا
ہے (آثار السنن ج ۲۳۸) / زع

علامہ البانی کا وہم:

مگر یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ علامہ البانی^(۱) سے بھی الضعیفۃ میں علامہ سیوطی کا کلام نقل کرتے ہوئے وہم ہوا ہے۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے برد بن سنان کے بارے میں جو الفاظ الالہی المصنوعہ میں نقل کئے ہیں۔ اس کا انتساب بھی مکحول ہی کی طرف کر دیا۔

علامہ سیوطی کے الفاظ تو آپ پڑھ آئے ہیں۔ علامہ البانی اسے یوں ذکر کرتے ہیں۔

”مکحول من علماء التابعین وفقہائہم وثقہ غیر واحد، واحتج بہ مسلم فی صحیحہ، وروی لہ البخاری فی الأدب المفرد والأربعۃ، وثقہ ابن معین والنسائی وضعفہ ابن المديني وقال أبو حاتم: ليس بالمتين وقال مرة: كان صدوقا وقال أبو زرعة: لا بأس به والله أعلم“ (الضعيفہ رقم ۱۷۱)

نور فرمایا آپ نے کہ علامہ سیوطی کی عبارت میں جو ”وبرد روی لہ البخاری“ تھا اس میں سے ”برد“ کا نام ساقط ہو گیا اور یوں یہ سارا کلام امام مکحول سے متعلق ہو گیا۔ اور یہی کچھ ”معجم أسامي الرواة الذين ترجم لهم العلامة محمد ناصر الدين الألباني جرحاً وتعديلاً“ (ج ۴ ص ۱۸۵) میں ان کے عقیدت مندوں نے بلاتامل نقل کر دیا۔ سبحان الله من لا يسهو ولا ينسى .

اس وضاحت سے یہ بات نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ امام ابو حاتم نے قطعاً امام مکحول کو ”ليس بالمتين“ نہیں کہا۔ بلکہ وہ تو فرماتے ہیں کہ شام میں ان سے بڑھ کر کوئی فقیہ نہیں۔ دیوبندی مکتب فکر کے وکیل (جناب) سرفراز خان صفدر صاحب نے احسن الکلام میں ”ليس بالمتين“ کی جرح کا سہارا لے کر جو بتکرار امام مکحول پر کلام کیا ہے۔ حقیقت سے بے خبری کا نتیجہ ہے۔ وہ اگر اس حقیقت سے آگاہ ہوتے تو شاید اسے نقل نہ کرتے اور اس حوالے سے انہیں مورد الزام نہ ٹھہراتے۔

(۱) شیخ محمد ناصر الدین الالبانی رحمہ اللہ کا ذکر خیر میری کتاب ”انوار السبیل فی میزان الجرح والتعديل“ میں ہے (ص ۲۰۰) انہیں ہمارے تمام استادوں نے ثقہ قرار دیا ہے۔ شیخ بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”ثقة محدث، رجل طيب -- عنده علم كثير في تصحيح الحديث و تضعيفه وله أوهام و أخطاء“ یعنی وہ ثقہ محدث اور اچھے انسان ہیں -- ان کے پاس حدیث کی تصحیح و تضعیف میں بہت علم ہے اور ان کے ادبام و اخطاء (بھی) ہیں۔

امام محدث فقیہ ابوالسلام محمد صدیق بن عبدالعزیز سرگودھی رحمہ اللہ نے فرمایا: ”نعتمد علی کتبہ، إلا لہ بعض المسائل، لا نعتمد علیہا التي تفرد بها“ ہم ان کی کتابوں پر اعتماد کرتے ہیں مگر ان کے بعض مسائل ایسے ہیں جن میں وہ منفرد ہیں، ہم ان پر اعتماد نہیں کرتے۔ (انوار السبیل ص ۲۰۰ حرف النون) / زع

عبادات میں سنت اور بدعت

بیت الخلاء جانا اور قضائے حاجت

قضائے حاجت کی بدعات اور ان کا سنت سے رد:

طہارت کے بارے میں، ابلیس نے عوام اور جاہلوں کو عجیب و غریب طور پر بدخواس کر رکھا ہے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اس کا گمان (کہ لوگوں کی اکثریت، صراطِ مستقیم کو چھوڑ کر، شیطان کی پیروی کرے گی) سچا ثابت ہوا۔ ابلیس لعین نے ان لوگوں کے لئے (جو اس کے پیچھے سرپٹ دوڑ رہے ہیں) طرح طرح کی بدعات کے دروازے کھول رکھے ہیں۔ حتیٰ کہ یہ لوگ اس کے جگری یار اور اندھا دھند فرماں بردار بن چکے ہیں۔ (والعیاذ باللہ) اور وہ قیامت کے دن ان سے برأت کا اعلان کر دے گا۔ جیسا کہ اللہ کریم نے قرآن مجید میں ہمیں یہ بتایا ہے کہ:

”وَقَالَ الشَّيْطَانُ لَمَّا قُضِيَ الْأَمْرُ إِنَّ اللَّهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ ط وَمَا كَانَ لِي عَلَيْكُمْ مِنْ سُلْطَانٍ إِلَّا أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي فَلَا تَلُمُونِي وَلَوْلَا أَنْفُسُكُمْ ط مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِي ط إِنِّي كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ ط إِنَّ الظَّالِمِينَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ“

اور (قیامت کے دن) جب تمام فیصلے کر دیئے جائیں گے، شیطان کہے گا کہ: اللہ نے تمہارے ساتھ سچا وعدہ کیا تھا۔ اور میں نے تمہارے ساتھ جو وعدہ کیا تو اسے پورا نہ کیا۔ میری، تمہارے اوپر کوئی حکومت نہ تھی سوائے اس کے کہ میں نے تمہیں (برائی کی) دعوت دی جسے تم نے قبول کر لیا۔ پس مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے آپ کو (ہی) ملامت کرو۔ (آج) نہ میں تمہیں بچا سکتا ہوں اور نہ تم مجھے بچا سکتے ہو۔ تم نے مجھے اس سے پہلے (یعنی دنیا میں) اللہ کا شریک، جو بنا لیا تھا اس کا میں انکار کرتا ہوں۔ بے شک، ظالموں کے لئے، دکھ دینے والا عذاب ہے۔ (ابراہیم: ۲۲)

اب طہارت کی چند بدعات کا تذکرہ کیا جاتا ہے جن میں ابلیس نے لوگوں کو مبتلا کر رکھا ہے۔

ہوا نکلنے کے بعد شرمگاہ کا دھونا

مطلق طور پر، عوام میں مشہور یہ عجیب اور زالی بدعت ہے جس کی شریعت مطہرہ میں کوئی دلیل موجود نہیں۔ بلکہ اس عمل

کے وجہ، استجاب یا مباح ہونے پر نہ کوئی صحیح حدیث ہے اور نہ ضعیف!
جسے سنت راس نہ آئے اسے بدعت گھیر لیتی ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی آگ میں (لے جانے والی)
ہے۔ اللہ نے ہمارے اوپر وہی عبادت لازم کی ہے جس کی دلیل اس سے (یعنی کتاب و سنت میں) ثابت ہے۔
بعض لوگوں کا یہ عقیدہ کہ (مجبوری میں بھی) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ (یعنی
حرام) ہے

یہ عقیدہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کے مخالف ہے جس میں آیا ہے کہ:
نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کسی مجبوری کی وجہ سے) ایک قبیلے کے، کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر گئے تو وہاں کھڑے ہو کر پیشاب
کیا۔ میں آپ کے لئے وضو کا پانی لایا۔ میں دور جانا چاہتا تھا مگر آپ نے مجھے بلایا حتیٰ کہ میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا،
آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا ❊
اور (میرے خیال میں) لوگوں کو اس صحیح حدیث سے غلط فہمی ہوئی ہے جو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے
کہ: من حدثکم أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول قائماً فلا تصدقوه، ما کان یبول إلا
قاعداً ❊
تمہیں جو شخص یہ بتائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (ہمیشہ) کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو اسے سچا نہ سمجھو۔ آپ (عام
طور پر) صرف بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔

یہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اجتہاد ہی ہے ❊ انہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں سے جو معلوم تھا اسے بیان کر
دیا۔ اور (صریح تعارض کی صورت میں) مثبت = نفی پر مقدم ہوتا ہے پس یہ ضروری ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو
(جواز کی دلیل کے طور پر) لازم پکڑا جائے۔ کیونکہ اس کی بنیاد، دیکھنے پر ہے جس کا تعلق حس بصارت سے ہے۔ جبکہ
ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا تعلق علم کے ساتھ ہے۔ (یہ ظاہر ہے کہ بعض اوقات) علم سے بعض چیزیں

❊ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب البول قائماً وقاعداً، ح ۲۲۳ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخنثین ح ۳۷۲۵ مسند احمد ۵/۳۸۲،
۴۰۱، المسند المنسوب إلی أبی حنیفہ ص ۲۳

❊ حسن، سنن الترمذی، ابواب الطہارۃ، باب ما جاء فی النہی عن البول قائماً ح ۱۲
❊ یہ اجتہاد نہیں ہے بلکہ ام المؤمنین کی روایت اور گواہی ہے۔ یاد رہے کہ ام المؤمنین کی حدیث اور حدیث حذیفہ میں کوئی تعارض نہیں ہے۔
نبی صلی اللہ علیہ وسلم عام طور پر بیٹھ کر ہی پیشاب کرتے تھے۔ صرف ایک دفعہ (کسی عذر کی وجہ سے) آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔ لہذا
بیٹھ کر پیشاب کرنا ہی مسنون ہے تاہم کسی عذر و مجبوری کی وجہ سے پردہ اور ضروری شرائط کے ساتھ کھڑے ہو کر پیشاب کر لینا جائز ہے۔

چھی رہ جاتی ہیں۔

ام المؤمنین کا یہ اجتہاد ان کی اس تحقیق جیسا ہے جس میں انہوں نے دنیا میں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے رب کو دیکھنے کی نفی کی ہے۔ جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس کا اثبات کیا ہے * اس قسم کی اور بھی مثالیں ہیں جن کے ذکر سے یہ بحث طول پکڑ سکتی ہے اسی لئے امام ترمذی نے اپنی کتاب السنن (۱۸/۱) میں کہا ہے کہ:

”کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے ممانعت کا تعلق آداب (و اخلاق) سے ہے، حرمت سے نہیں“

میں کہتا ہوں کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی ممانعت والی مرفوع حدیث کو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ: مجھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا، میں کھڑا ہو کر پیشاب کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا: ”یا عمر لا تبس قائماً“ اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو اس کے بعد میں نے کبھی، کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا *

اس حدیث کا دارودمدار عبدالکریم بن ابی الحارث پر ہے جو کہ سخت ضعیف تھا۔ نسائی اور دارقطنی نے اسے متروک کہا۔ السعدی (الجوزجانی) اور نسائی نے ایک دوسرے مقام پر کہا: وہ ثقہ نہیں تھا۔ (اسماء الرجال کے ماہر) علماء اسے ضعیف اور کمزور قرار دیتے ہیں اور مستحب یہی ہے کہ آدمی بیٹھ کر پیشاب کرے۔ اس میں انسانی وقار بھی ہے اور شرمگاہ کی حفاظت بھی ہوتی ہے۔ انسان، پیشاب کے چھینٹوں سے بھی محفوظ رہتا ہے۔ اور اگر (کسی عذر و مجبوری کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب کر لے تو جائز ہے لیکن اس پر یہ لازم ہے کہ پیشاب کے لئے نرم (پانی جذب کرنے والی) زمین تلاش کرے تاکہ اس پر پیشاب کے چھینٹے نہ پڑیں۔ اور اپنی شرمگاہ کی، لوگوں سے حفاظت کرے۔ قضائے حاجت اور بیت الخلاء جانے کے آداب کا خیال رکھے۔

* ام المؤمنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ: جو شخص اس بات کا دعویٰ کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے (دنیا کی زندگی میں) اپنے رب کو دیکھا ہے تو یہ بہت بڑا افتراء ہے۔ (صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب اذا قال احدکم آمین۔۔۔ ح ۳۲۳۳ صحیح مسلم، کتاب الایمان باب معنی قول اللہ عز وجل ولقد رآہ نزلاً اخری۔۔۔ ح ۱۷۷۷) جبکہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے دل (کی آنکھوں) سے (دودفعہ) دیکھا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان باب من قول اللہ عز وجل: ولقد رآہ نزلاً اخری۔۔۔ ح ۱۷۷۷)

یعنی خواب یا عالم مثال میں روحانی طور پر دیکھا ہے۔ حدیث عائشہ میں دنیاوی روایت کی نفی کی ہے اور حدیث ابن عباس میں روحانی روایت کا اثبات، لہذا دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

* ضعیف جداً، سنن ابن ماجہ، الطہارۃ و مستحبات فی البول قاعدۃ (ح ۳۰۸) اس کی سند عبدالکریم بن ابی امیہ کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ تاہم سیدنا امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے موقوف ثابت ہے کہ وہ بیٹھ کر پیشاب کرتے تھے (مسند بزار بحوالہ کشف الاستار ۱/ص ۱۳۰ ح ۲۴۳۳ و اسنادہ صحیح) مسند بزار (کشف ۲/۲۶۶ ح ۵۴۷) اور طبرانی (اوسط ۶/۴۷۰ ح ۵۹۹۵) کی ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھڑے ہو کر (بغیر کسی عذر کے) پیشاب کرنا بد اخلاقی اور ظلم ہے۔ (اس کی سند حسن ہے، مؤلف کتاب کا جرح کرنا صحیح نہیں ہے)

یہاں اس بات پر تنبیہ بھی ضروری ہے کہ لوگ، عام پیشاب گاہوں اور ایسی لیٹرینوں میں آنے سامنے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے ہیں جو ایک دوسری کے سامنے اور ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہیں۔ ایسی حالت میں شرمگاہ کی بے پردگی اور دوسرے لوگوں کی نظر پڑنے کا (ہر وقت) خطرہ رہتا ہے۔ ایسی لیٹرینوں میں بعض اوقات پانی بھی نہیں ہوتا جس سے طہارت کرنا مشکل (اور ناممکن) ہو جاتا ہے۔

مختصر عرض ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے (بحالتِ عذر و مجبوری) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہے لہذا اسے (مطلقاً) مکروہ کہنا غلط ہے۔ ہاں اگر وہ حالتیں پائی جائیں جن کا ابھی تذکرہ ہوا ہے مثلاً شرمگاہ کی بے پردگی اور عدم طہارت تو پھر یہ مکروہ (یعنی حرام) ہے۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت سے (کسی مجبوری کی وجہ سے) کھڑے ہو کر پیشاب کرنا ثابت ہے اس سے بھی مطلقاً حرمت والا قول ساقط ہو جاتا ہے اور فتویٰ جواز پر ہی رہتا ہے۔ امام مجتہد ابن المنذر النیسابوری نے کہا ہے کہ:

”نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ مثلاً عمر بن الخطاب، زید بن ثابت، ابن عمر اور سہل بن سعد (رضی اللہ عنہم) سے ثابت ہے کہ انہوں نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے۔ اور یہی فعل، علی، انس اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے مروی ہے۔ محمد بن سیرین اور عروہ بن زبیر (تابعین) نے (بھی) کھڑے ہو کر پیشاب کیا ہے“ (الاوسط ج ۱ ص ۳۳۳)

یہ عقیدہ کہ صرف مٹی کے ساتھ استنجا کرنا کافی نہیں ہے

بدعات میں سے یہ بھی ہے کہ (عام) لوگ، پیشاب و دفع حاجت کی طہارت کے لئے صرف مٹی سے استنجا کرنا کافی نہیں سمجھتے ہیں۔ ❁ حالانکہ یہ بات غلط ہے اور اس کے غلط ہونے پر عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث (بھی) دلالت کرتی ہے۔ انہوں نے کہا: ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قضائے حاجت کا ارادہ کیا تو مجھے حکم دیا کہ میں مٹی کے تین ڈھیلے لاؤں۔ مجھے دو ڈھیلے ملے مگر تیسرا نہ مل سکا۔ لہذا میں نے ایک لید اٹھالی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ نے ڈھیلے تولے لئے اور لید کو پھینک دیا۔ آپ نے فرمایا: ”ہذا رکس“ یہ پلید ہے۔ ❁

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلا۔ آپ قضائے حاجت کے لئے جارہے تھے۔ آپ ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے۔ میں آپ کے قریب ہوا تو آپ نے فرمایا: میرے لئے ڈھیلے لاؤ

❁ ایسے ہی بعض لوگ (بالخصوص تبلیغی جماعت والے) صرف پانی سے استنجا کو بھی کافی نہیں جانتے یہ اپنے (Bath room) وغیرہ میں مٹی کے ڈھیلے رکھتے ہیں پہلے مٹی کے ڈھیلوں سے استنجا کرتے ہیں پھر پانی سے بطور دلیل سنن کی ایک ضعیف روایت پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ ان کے اس فعل سے (مساجد کی) لیٹرینیں بند ہو جاتی ہیں۔ جو دوسروں کی پریشانی کا سبب ہے۔ / حافظ ندیم ظہیر ❁ صحیح البخاری، کتاب الوضوء باب الاستنجی بروث ح ۱۵۶

جن سے میں استنجا کروں گا۔ یا اس مفہوم کی بات فرمائی، ہڈی اور لید نہ لانا۔

اپنے کپڑے کے ایک کنارے پر میں تین ڈھیلے لے آیا۔ انہیں آپ کے پاس رکھا اور (دور) چلا گیا۔ جب آپ قضائے حاجت سے فارغ ہوئے تو میں آپ کے ساتھ چلا * یہ حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ صرف ڈھیلوں کے ساتھ بھی استنجا جائز ہے۔ ڈھیلے استعمال کرنے کے بعد پانی کا استعمال فرض نہیں ہے۔ تاہم پانی کا استعمال، ڈھیلوں سے بہتر ہے۔ (اگر ڈھیلوں کے بعد پانی استعمال کریں تو بھی بہتر ہے مگر یاد رکھیں کہ) صرف مٹی کے ڈھیلوں کے ساتھ، صحیح طریقے پر استنجا کرنا بھی کافی ہے۔ واللہ اعلم (امام) ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”صحابہ کرام اور بعد کے اکثر علماء کا یہی خیال ہے کہ (صرف) ڈھیلوں کے ساتھ استنجا کرنا جائز ہے۔ اگرچہ (ان کے بعد) پانی کا استعمال نہ کرے بشرطیکہ پیشاب اور پاخانے کا اثر خوب زائل ہو جائے۔ یہی قول: سفیان ثوری، عبد اللہ بن المبارک، شافعی، احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ کا ہے“ (جامع ترمذی ج ۱ ص ۲۴)

(امام) ترمذی رحمہ اللہ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ:

”اگرچہ ڈھیلوں کے ساتھ استنجا (کرنا) جائز ہے تاہم ان (علماء) کے نزدیک پانی سے استنجا مستحب اور افضل ہے“ (ایضاً ص ۳۱)

اس سلسلہ میں وسوسہ کے مریضوں کی اور بھی کئی بدعات ہیں مثلاً السلت، النتر، النخجہ، المشی، القفر، الحبل، التفقد، الوجور، الحشو، العصاۃ اور الدرہجہ، السلت کا مطلب یہ ہے کہ آلہ تناسل کو اس کی جڑ سے، اس کے سر کی طرف دبا کر کھینچا جائے تاکہ اس میں رکا ہوا پیشاب باہر نکل آئے۔ النتر اور النخجہ، شدید زور لگا کر پاخانہ نکالنے کو کہتے ہیں۔ المشی، پیشاب کے بعد (کافی دیر) چلنے کو کہتے ہیں تاکہ آلہ تناسل سے پیشاب کے قطرے باہر نکل جائیں۔ القفر، زمین سے چھلانگ لگانے کا نام ہے تاکہ پیشاب کے قطرے ٹپک پڑیں۔ الحبل، رسی کو کہتے ہیں۔ وسوسہ کے مریض بعض اوقات رسی سے لٹک کر اپنے آپ کو زمین پر گراتے ہیں۔ التفقد، آلہ تناسل میں سے، اس کا منہ کھول کر پیشاب نکالنے کا نام ہے۔ اگر ایسا کر کے اس میں اسی حالت میں ڈالا جائے تو یہ الوجور کہلاتا ہے۔ الحشو، کاٹن وغیرہ رکھنے اور العصاۃ کپڑے کی پٹی باندھنے کو کہتے ہیں۔ الدرہجہ کا یہ مطلب ہے کہ آہستہ آہستہ بیڑھی پر چڑھا جائے پھر تیزی کے ساتھ اتراجائے۔

صحیح البخاری، کتاب الوضوء باب الاستنجا بالجراۃ ح ۱۵۵

یہ سب حالتیں، وسوسہ اور وہم کے مریضوں کی بدعات ہیں جن پر شریعت میں کوئی دلیل نہیں ہے ❁
سوائے ”السلت“ کے جس میں ایک منکر حدیث مروی ہے جسے عیسیٰ بن یزید نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إذا بال أحدكم فليستتر ذكره ثلاث مرات جب تم میں سے کوئی شخص
پیشاب کرے تو اپنے ذکر کو تین دفعہ جھاڑے ❁

یہ (ضعیف) روایت، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مخالف ہے۔
امام ابن القیم ”زاد المعاد“ میں کہتے ہیں:

وہم ووسوسہ والے حضرات، ذکر کا جھاڑنا، لٹخنا، چھلانگ لگانا، رسی کو پکڑنا، سیڑھیاں چڑھنا، ذکر میں روئی رکھنا اور اندر
پانی پہنچانا، وقتاً فوقتاً اسے خوب دیکھنا (کہ کہیں قطرہ نہ ہو) اور اس قسم کی دیگر جتنی بدعات پر گامزن ہیں۔ ان میں سے
کسی ایک کا بھی ثبوت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔ (ج ۱ ص ۱۷۳)
میں (یعنی عمر و عبدالمعمر) یہ کہتا ہوں کہ سلف صالحین سے، وسوسہ والے ان حضرات کے سراسر خلاف ثابت ہے۔ مثلاً:
ابراہیم الخثعمی رحمہ اللہ نے کہا:

جس انسان نے (استنجاء کے بعد) اپنے آلہ تناسل کے ارد گرد تری تلاش کرنے کی کوشش کی تو وہ ایسی چیز دیکھ لے گا جو
اسے بری محسوس ہوگی۔ ❁

یہ ابلیس ہے جو اپنے دوستوں کو ایسی چالیں سکھاتا ہے جو انہیں، دین قیم، صراطِ مستقیم اور سنتِ نبوی سے (دور) ہٹا کر
فتنہ میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ وہ اپنے دوست کے آلہ تناسل کو چھوتا ہے یا اسے بھگونے کی کوشش کرتا ہے جس سے ابلیس کا
دوست یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اس کا وضوء ٹوٹ چکا ہے!

ایک آدمی نے عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ: میں جب نماز میں ہوتا ہوں تو مجھے یہ خیال آتا ہے کہ
میرے ذکر پر پیشاب کی تری ہے۔

عبد اللہ بن عباس (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: اللہ تعالیٰ عارت کرے شیطان کو، شیطان، نماز میں انسان کے ذکر کو اس

❁ میں نے کئی دیوبندی تبلیغی جماعت والوں اور دوسرے لوگوں کو، کھلے راستوں پر، لوگوں کے سامنے، پیشاب کے بعد عجیب و غریب حرکتیں کرتے
ہوئے دیکھا ہے۔ وہ اپنے خیال میں پیشاب کے قطرے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔ یہ سب حرکتیں، وسوسہ کے مریضوں کی خاص علامت ہیں۔

❁ ضعیف، سنن ابن ماجہ، الطہارۃ و مستنہا، باب الاستبراء بعد البول ج ۳ ص ۳۲۶، اس کا راوی زمرہ ضعیف ہے اور عیسیٰ بن یزید اور مجہول الحال ہے۔ اس حدیث کو
امام بخاری، امام ابو حاتم الرازی (وغیرہما) نے غیر صحیح قرار دیا ہے۔

❁ مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱ ص ۷۸) اور فی نسخہ ص ۱۹۶ حدیث نمبر ۲۰۵۱ اس کی سند صحیح ہے۔

لئے چھوتا ہے تاکہ وہ خیال کرنے لگے کہ اس کا وضوء ٹوٹ چکا ہے۔ پس اگر تو وضوء کرے تو اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑک لیا کر۔ اگر تجھے تری کا خیال آئے گا تو یہ سمجھ لے گا کہ یہ چھڑکا ہوا پانی ہے اس آدمی نے اس پر عمل کیا تو وسوسہ کی بیماری ختم ہو گئی۔ ❀

اس طرح کی بات منصور بن المعتمر سے بھی ثابت ہے کہ شیطان، ذکر کو بھگونے کی کوشش کرتا ہے۔ ❀
اس کا علاج اور دوا اسی میں ہے کہ (وضوء کے بعد) شرمگاہ، ازار کے اندر اور باہر پانی چھڑک لے۔ پھر اسے تری کا اثر محسوس ہو تو یہ سمجھے کہ یہ میرے چھڑکے ہوئے پانی سے ہے۔

اسی طرح سلف صالحین کا عمل تھا اور اسی طریقے سے وہ اپنے آپ کو ان بدعات اور وسوسوں سے بچاتے تھے۔
نافع مولیٰ ابن عمر (سے روایت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر) رضی اللہ عنہ جب وضوء کرتے تو اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑکتے تھے۔ ❀

محمد بن سیرین رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ وہ جب وضوء سے فارغ ہوتے تو ہتھیلی میں پانی لے کر اپنے ازار پر ڈال لیتے۔ ❀

داؤد بن قیس کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن کعب القرظی سے پوچھا کہ میں وضوء کرتا ہوں اور (وضوء کے بعد) تری محسوس کرتا ہوں تو انہوں نے کہا:

جب تو وضوء کرے تو اپنی شرمگاہ پر پانی چھڑک لیا کر، پھر اگر تجھے ایسا محسوس ہو تو یہ سمجھ کہ یہ میرے چھڑکے ہوئے پانی میں سے ہے۔ کیونکہ شیطان تجھے (سکون سے نماز پڑھنے کے لیے) نہیں چھوڑے گا۔ حتیٰ کہ وہ تجھے تکلیف میں مبتلا کر دے (اور مسجد سے نکال دے) ❀

اللہ کے بندو! اللہ کے لئے ان بدعات سے بچ جاؤ، ابلیس لعین، لوگوں کو ان میں سے نام نہاد ”احتیاط“ کے بہانے سے ہی مبتلا کرتا ہے۔ اگر شیطان کا دل و دماغ پر قبضہ ہو جائے تو انہیں خراب کر کے ہی چھوڑتا ہے۔ والعیاذ باللہ

❀ مصنف عبدالرزاق (ج ۱ ص ۱۵۱ ح ۵۸۳) اس کی سند سفیان ثوری اور اعمش کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

❀ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱ ص ۱۹۶ ح ۲۰۵۲) اس کی سند صحیح ہے۔

❀ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱ ص ۱۶۷ ح ۱۷۷۵) اس کی سند صحیح ہے۔

❀ صحیح، مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۱ ص ۱۶۸ ح ۱۷۸۰) اس کی سند صحیح ہے۔

❀ صحیح، مصنف عبدالرزاق (ج ۱ ص ۱۵۲ ح ۵۸۵) اس کی سند صحیح ہے۔



شیخ محمد بن عبداللہ الإمام

دس بجے کے قریب ہم الإمام کی لائبریری میں ان کی کتابیں دیکھ رہے تھے۔ بہت بڑی لائبریری ہے اتنی طویل و عریض، شخصی لائبریری میں نے نہیں دیکھی۔

یہ معلوم ہو چکا تھا کہ شیخ محمد بن الإمام دعوتی دورے سے واپس آچکے ہیں۔ شیخ مطری سے بھی صبح کے وقت ملاقات ہو چکی تھی۔ وہ ہمارے ساتھ مکتبے میں موجود تھے۔

لائبریری کے ساتھ ایک منسلک کمرہ تھا جس میں شیخ محمد الإمام بیٹھے ہوئے تھے۔ شیخ صاحب کے ایک شاگرد آئے اور ہمیں شیخ صاحب کے پاس لے گئے۔

محمد الإمام چالیس سال کے لگ بھگ ہیں۔ ان کی کمر سے ایک بڑا خنجر بندھا ہوا تھا۔ انہوں نے پرتپاک طریقے سے ہمارا استقبال کیا۔ تعارف کے بعد ابو ہشام نے انہیں کچھ عطور وغیرہ کے تحفے دیے۔ انہوں نے ہمیں زمزم کا پانی پلوایا اور اپنی چند کتابیں تحفہ دیں۔

١: التنبيه الحسن في موقف المسلم من الفتن

٢: تحذير أهل الإيمان من تعاطي القات والشمة والدخان

٣: الأخطاء المتعددة في حج المرأة المتبرجة

ان کے علاوہ شیخ محمد الإمام کی دو کتابیں محمود بازلی نے تحفہ دیں:

٤: تحذير المسلمين من الغلو في قبور الصالحين

٥: تنوير الأبصار بما في الرماية من المنافع والاضرار

ان سب کتابوں کے مصنف ابو نصر محمد بن عبداللہ الإمام ہیں۔

محمد بن الإمام سے ملاقات کے بعد ہم واپس مکتبے میں آئے اور بعد میں ظہر کی نماز مدرسے والی مسجد میں پڑھی۔ نماز کے بعد شیخ صاحب نے تفسیر اور حدیث کا درس دیا۔ سوال و جواب بھی ہوئے۔ اس کے بعد بعض طالب علموں سے سابقہ

درس حدیث کی سند اور متن کے بارے میں پوچھا۔ طالب علموں نے اچھے طریقے سے سند و متن سنا دیا۔ معلوم ہوا کہ طالب علم خوب محنت کرتے ہیں۔ شاگرد اگر سبق اچھے طریقے سے یاد رکھے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ اس کا استاد محنت اور شوق سے پڑھاتا ہے اور شاگرد بھی ادھر ادھر کی سرگرمیوں میں مصروف نہیں رہتا بلکہ اپنے آپ کو سبق تک ہی محدود رکھتا ہے۔ نالائق لڑکے فضول کاموں اور سیاسی و حزبی سرگرمیوں میں اندھا دھند لگے رہتے ہیں، اسباق یاد کرنے کے لئے ان کے پاس وقت نہیں ہوتا۔ مگر اساتذہ، نظام مدرسہ اور کھانے پینے کے بارے میں ان کی تنقیدی زبانیں بہت تیز چلتی رہتی ہیں۔ ایسے طالب علموں کے لئے سوائے ناکامی کے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ درس ختم ہونے کے بعد ہم محمود صاحب کے گھر آئے۔

ظہر کے بعد محمود بازلی نے انتہائی پر تکلف کھانا تیار کر رکھا تھا۔ جس میں شیخ محمد الامام، شیخ توفیق البعدانی اور بہت سے لوگ مدعو تھے۔ شیخ صاحب کا باڈی گارڈ (BodyGuard) کلاشکوف لئے چاق چو بند کھڑا تھا۔

کھانے کے بعد شیخ محمد الامام فوراً چلے گئے وہ وقت کے بہت پابند ہیں۔ وقت کی پابندی انسان کے سچا اور صاحب اصول ہونے کی دلیل ہے۔ بہت سے لوگ وقت کی پابندی نہیں کرتے مثلاً ”نمازی“ ظہر کی نماز عصر کے وقت اور عصر کی نماز شام کے وقت پڑھتے ہیں۔ بعض علماء، قراء اور واعظین حضرات بغیر عذر شرعی کے ان مجالس و جلسہ گاہوں میں نہیں پہنچتے جن میں حاضری کے بارے میں وہ پکا وعدہ کر چکے ہوتے ہیں۔ امکان غالب یہی ہے کہ وعدہ خلافی کے وقت وہ ”وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ“ (اور جب رہنما فق وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے) والی صحیح حدیث بھول جاتے ہیں۔ عصر کے بعد بھی شیخ صاحب نے حدیث کا درس دیا۔ مسجد طالب علموں سے بھری ہوئی تھی۔ اس مجلس میں بھی طالب علموں نے زبانی حدیثیں سنائیں۔ شیخ محمد الامام نے اسانید حدیث کے راویوں کے حالات بیان کئے۔ وہ خوب محنت کر کے پڑھاتے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوا ہے کہ ان کا مدرسہ طالب علموں سے بھرا رہتا ہے۔ یمن میں چاروں طرف ان کے شاگرد پھیلے ہوئے ہیں، شیخ مقبل رحمہ اللہ کے بعد تدریسی میدان میں ان کے شاگرد محمد الامام کا بڑا مقام ہے۔

اب ہم شمالی یمن کے شہر صعدہ جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ یہ وہ شہر ہے جہاں شیخ مقبل بن ہادی رحمہ اللہ کے پاس ہزاروں طالب علم پڑھتے تھے۔

آج کل ان کی مسند تدریس پر شیخ یحییٰ الجوزی بیٹھے ہیں۔ شیخ یحییٰ سے میرا فون پر رابطہ رہا ہے۔ شمال میں ہی شیعوں کا زیدی فرقہ بھی آباد ہے۔ چند مہینے پہلے ان زیدیوں کے شیخ سید حسین الحوثی نے حکومت یمن کی بغاوت کی تھی۔ جس میں کافی قتل و قتال ہوا۔ حکومت نے کئی مہینوں کی محنت کے بعد اس بغاوت پر قابو پایا اور حسین الحوثی (زیدی شیعہ) مارا گیا۔

یہ رات ہم نے دوبارہ محمود بازلی کے گھر میں گزاری، صبح جب شیخ مطری آئے تو معلوم ہوا کہ ابوہشام کا جو موبائل ان کے

پاس تھا وہ چوری ہو گیا ہے۔ ابوہشام کی انٹرنیشنل چپ (الشریعہ) میرے پاس تھی لہذا وہ بچ گئی۔
صبح سویرے ہم معبر سے صنعاء کی طرف روانہ ہوئے۔ صنعاء پہنچ کر ناشتہ کیا۔ شیخ مطری بھی ہمارے ساتھ تھے۔ یعنی
انداز میں بھی ہوئی کبھی کا یہ بہترین ناشتہ تھا اس قسم کی غذائیں ابوہشام کو انتہائی پسند ہیں۔ ناشتے سے فارغ ہو کر شمال کی
طرف سعدہ شہر کی طرف روانہ ہو گئے۔ راستے میں عمران کا شہر آتا ہے۔ سلطان سے دوبارہ ملاقات ہوئی، ابوہشام
کے بہت سے رشتہ دار دوبارہ جمع ہو گئے تھے۔ وہ اصرار کر کے ہمیں روکنا چاہتے تھے مگر ہم نے معذرت کر لی۔ ہم جلدی
سعدہ پہنچنا چاہتے تھے لہذا ان سے فارغ ہو کر ہم سعدہ کی طرف روانہ ہو گئے۔
دور دور تک آبادیوں کا نام و نشان تک نہ تھا۔ ایک جگہ راستہ بھول کر ہم دور نکل گئے۔ اصحاب کہف کے علاقے کے
قریب سے گزرتے ہوئے پوچھتے پوچھتے سعدہ کی سڑک پر واپس آئے۔
ابوہشام بہت تیزی سے گاڑی چلا رہے تھے۔ ہمارا یہ پروگرام تھا کہ شیخ یحییٰ الجوری سے ملاقات کر کے ایک گھنٹے کے
اندرا اندر واپس لوٹیں گے۔ ان شاء اللہ
راستے میں بعض چھوٹے چھوٹے گاؤں بھی آئے۔ ایک جگہ ہم بشری ضروریات کے لئے رکے، یہاں اہل سنت (یعنی
اہل حدیث) کی ایک مسجد تھی وہاں کے لوگ شیخ مطری کو پہنچانے تھے اور زیدی شیعوں کے سخت مخالف تھے، ان میں
سے ایک نے تو میرے سامنے زیدیوں کی تکفیر کر دی۔ استنجاء وغیرہ سے فارغ ہو کر ہم دوبارہ روانہ ہو گئے۔ ظہر سے کافی
دیر بعد ہم سعدہ کے قریب پہنچ گئے۔ ایک پٹرول پمپ سے گاڑی میں پٹرول ڈلوایا، لیکن میں سعودیہ کی بہ نسبت پٹرول
ستا ہے۔

چیک پوسٹ پر

سعدہ شہر کی چیک پوسٹ پر فوجی (عسکری) نے ہمیں روکا اور پاسپورٹ طلب کئے۔ ابوہشام نے اپنا، اپنے بیٹے کا،
میرا اور ابو عقیل کا، چاروں پاسپورٹ اس کے حوالے کئے۔ شیخ مطری کا یمنی اقامہ اور پاسپورٹ ان کے گھر رہ گیا تھا۔
لہذا ان کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔ یہ فوجی اپنے افسر کے پاس چلا گیا۔
تھوڑی دیر کے بعد فوجی واپس آیا تو (اس نے عربی میں) کہا:
”آپ میرے ساتھ مکتب الجوازات (Passport Office) چلیں۔ چار پانچ منٹ کی تحقیق کے بعد آپ چلے
جائیں گے“

چونکہ ہمارے کاغذات مکمل تھے اور پاسپورٹوں پر ویزہ اور انٹری لگی ہوئی تھی (سعودیوں کے لیے یمن کا ویزہ ضروری
نہیں ہے۔ بس انٹری سے کام چلتا ہے) لہذا ہم مطمئن تھے۔ وہ ایک ایسی چار دیواری نما عمارت میں ہمیں لے گیا
جس کا دروازہ بند تھا اور باہر فوجی کھڑا تھا۔ اس چار دیواری کے اندر ایک عمارت کے پاس ہمیں پہنچایا گیا۔ چونکہ عصر ہو

چکی تھی اور ہم نے ابھی تک ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی لہذا ظہر و عصر کی نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔ زمین پر ہم نے اپنا سفری کمبل بچھا لیا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ ہم نے ابھی تک دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا تھا، بھوک شدت سے محسوس ہو رہی تھی۔

فوجی ہمیں اندر ایک جگہ لے گئے جہاں بہت اونچی عمارت تھی اور دیواروں پر لوہے کی کانٹا نمٹائیں لگی ہوئی تھیں۔ فوجیوں نے کہا کہ: ”آپ پانچوں اب جیل میں ہیں“

ابو ہشام نے بہت شور مچایا کہ ہمارے کاغذات صحیح ہیں آپ لوگ کیوں ہمیں جیل میں بند کر رہے ہیں؟ اب ہم پانچوں بشمول ننھے بچے ہشام جیل میں بند ہو چکے تھے۔ ہمارے موبائل ہم سے چھین لئے گئے تھے۔ آزاد دنیا سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔ ہمارے رشتہ داروں، دوستوں اور متعلقین میں سے کسی کو بھی ہماری اس حالت کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ ایسے کنویں میں ہمیں پھینک دیا گیا تھا جس سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد ہمیں سلاخوں کے پار دوسرے قیدیوں کے پاس پہنچا دیا گیا تھا مگر اس سے پہلے کیا ہوا؟ اس کی تفصیل بھی سن لیں۔
(جیل میں کیا ہوا؟ اس کی تفصیل اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیے ان شاء اللہ)

”عرش کا سایہ“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات قسم کے لوگوں کو قیامت کے دن اللہ کا (یعنی عرش کا) سایہ نصیب ہوگا۔

- 1- امام عادل (عدل و انصاف کرنے والا عادل مسلمان حکمران)
- 2- وہ جوان جس نے عبادتِ الہی میں پرورش پائی ہو۔
- 3- وہ شخص جس کا دل مسجد سے نکلنے وقت مسجد ہی میں دوبارہ لگا رہتا ہے جب تک کہ دوبارہ مسجد میں نہ پہنچے۔
- 4- وہ دو شخص جن میں اللہ کے لئے محبت ہو اسی پر مل کر بیٹھتے ہوں اور اسی محبت کو لئے ہوئے جدا ہوتے ہوں۔
- 5- وہ شخص جو صدقہ دے اور چھپائے حتیٰ کہ بائیاں ہاتھ نہ جانے کہ داسنے ہاتھ نے کیا دیا ہے۔
- 6- وہ شخص جسے منصب اور جمال والی عورت اپنی جانب بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔
- 7- وہ شخص جسے تنہائی میں اللہ یاد آئے اور اس کے آنسو جاری ہو جائیں۔

(بخاری ۶۶۰ و مسلم ۱۰۳۱) [ماخوذ]

(تغالب: یہ حدیث حافظ زبیر علی زئی کے والد محترم جناب حاجی مجدد صاحب کا انتخاب ہے۔ / حافظ ندیم ظہیر

خلفائے راشدین سے محبت

مشہور صحابی سیدنا ابوعبدالرحمن سفینہ رضی اللہ عنہ، مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”خلافة النبوة ثلاثون سنة، ثم يؤتى الله الملك أو ملكه من يشاء“ خلافت نبوت تیس سال رہے گی، پھر اللہ جسے چاہے گا اپنا ملک عطا فرمائے گا۔

[سنن ابی داؤد، کتاب السنة باب فی الخلفاء ج ۶ ص ۴۶۶ وسندہ حسن]

اس حدیث کو ترمذی نے حسن [۲۲۲۶] ابن حبان [۱۱۸۳۳/۶۹۰۴] الا حسان [۶۹۴۳/۶۹۰۴] اور احمد بن حنبل [السنة للخلال: ۶۳۶] نے صحیح کہا ہے۔ نیز دیکھئے الحدیث: ۸ (ص ۱۱)

اس حدیث کے راوی سیدنا سفینہ رضی اللہ عنہ نے اپنے شاگرد کو خلفائے راشدین کی تعداد گن کر سمجھائی۔

(۱) ابوبکر رضی اللہ عنہ کے دو سال (۲) عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دس سال (۳) عثمان رضی اللہ عنہ کے بارہ سال

(۴) اور علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے چھ سال۔

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”خلافت کے بارے میں سفینہ کی (بیان کردہ) حدیث صحیح ہے اور میں خلفاء

(راشدین کی تعداد) کے بارے میں اس حدیث کا قائل ہوں“ [جامع بیان العلم فضلہ ۲/۲۲۵، الحدیث: ۸ ص ۱۲]

سیدنا عمر باض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

”صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذات یوم، ثم أقبل علينا، فوعظنا موعظةً

بليغةً ذرفت منها العيون ووجلت منها القلوب، قال قائل: يا رسول الله! كان هذه

موعظة مودع، فما ذا تعهد إلينا؟ فقال: أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة وإن عبد

حبشي، فإنه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء

المهتدين الراشدين تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن

كل محدثة بدعة وكل بدعة ضلالة“

ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی پھر ہماری طرف رخ کر کے انتہائی فصیح و بلیغ وعظ

فرمایا جس سے (ہمارے) دل دھل گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ کسی نے کہا: یا رسول اللہ! گویا یہ الوداع کہنے والے کا وعظ ہے، آپ ہمیں کیا (حکم) ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ اور اگر حبشی بھی تمہارا امیر بن جائے تو (اس کا حکم) سننا اور اطاعت کرنا۔ کیونکہ میرے بعد جو شخص زندہ رہا وہ بہت اختلاف دیکھے گا۔ پس میری سنت اور میرے خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو مضبوطی سے، دانتوں کے ساتھ پکڑ لینا۔ اور محدثات سے بچنا کیونکہ (دین میں) ہر محدث بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ [سنن ابی داؤد: ۴۶۰۷۷ و اسنادہ صحیح]

اسے ترمذی (۲۶۷۶) ابن حبان (موارد: ۱۰۲) حاکم (المستدرک: ۹۵/۱، ۹۶) اور ذہبی نے صحیح کہا ہے۔ اس صحیح حدیث میں جن خلفائے راشدین کی سنت کو مضبوطی کے ساتھ پکڑنے کا حکم دیا گیا ہے ان سے سیدنا ابوبکر الصدیق، سیدنا عمر الفاروق، سیدنا عثمان ذوالنورین اور سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم مراد ہیں۔ ان میں سے پہلے دو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور دوسرے دو داماد ہیں۔ پہلے دونوں خلفائے راشدین میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سابق الایمان اور افضل بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی الاطلاق ہیں۔ پھر شہید محراب کا نمبر ہے۔ دوسرے دونوں خلفاء راشدین میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو بیٹیوں کے شوہر ہیں اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے خاوند ہیں۔ ابوالحسن الاشعری (متوفی ۳۲۴ھ) فرماتے ہیں:

”وندين الله بأن الأئمة الأربعة خلفاء راشدون مهديون فضلاء لا يوازيهم في الفضل غيرهم“

اور ہمارا یہ مذہب ہے کہ ائمہ اربعہ (ابوبکر و عمر و عثمان و علی) خلفائے راشدین مہدیین ہیں۔ یہ سب (دوسروں سے) افضل تھے، دوسرا کوئی (امتی) فضیلت میں ان کے برابر نہیں۔

[الابانۃ عن اصول الديانۃ ص ۶۰ فقرہ: ۲۹]

ابو جعفر الطحاوی (متوفی ۳۲۱ھ) سے منسوب کتاب عقیدہ طحاویہ میں بھی انہی خلفاء کو خلفائے راشدین قرار دیا گیا ہے۔ دیکھئے شرح عقیدہ طحاویہ بتحقیق الشیخ الالبانی (ص ۵۳۳-۵۴۸) ہر مسلمان پر یہ فرض ہے کہ وہ ان خلفائے راشدین اور تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت رکھے۔ قارئین کرام!

محبت کے نام سے ”الحديث“ میں جو سلسلہ شروع کیا گیا ہے اسے ان شاء اللہ آخر میں ”محبت ہی محبت“ کے نام سے شائع کیا جائے گا۔ الحديث کے آئندہ شماروں میں بالترتیب سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ،

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے محبت کے مضامین لکھے جائیں گے تاکہ اہل ایمان کے ایمان میں اضافہ ہو۔ ان شاء اللہ العزیز،

تنبیہ: صحیح مسلم کے بعض نسخوں میں ”عن أبي ریحانة عن سفينة“ کی سند سے بیان کردہ ایک حدیث کے بعد لکھا ہوا ہے کہ: ”قال: وقد كان كبيراً ما كنت أثق بحديثه“ اس نے کہا: اور وہ بوڑھا ہو گیا تھا اور میں اس کی حدیث پر اعتماد نہیں کرتا تھا (درسی نسخہ ج ۱ ص ۱۴۹ ج ۳ ص ۳۲۶ مع شرح النووی ج ۲ ص ۹ و فتح الملہم ج ۳ ص ۱۶۴)

اس قول میں بوڑھے سے کون مراد ہے؟ اس کی تشریح میں امام نووی وغیرہ فرماتے ہیں کہ: ”هو سفينة“ وہ سفینہ ہے۔ [شرح صحیح مسلم للنووی ۹/۴]

جبکہ حافظ ابن حجر کے طرز عمل اور ابن خلفون کے قول سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ ”ہو ابو ریحانہ“ وہ ابو ریحانہ (عبداللہ بن مطر) ہے۔ دیکھئے تہذیب التہذیب (ج ۶ ص ۳۴، ۳۵) اور یہی بات راجح ہے، یعنی اسماعیل بن ابراہیم (عرف ابن علیہ) کے نزدیک ابو ریحانہ عبداللہ بن مطر بوڑھا ہو گیا تھا اور وہ (ابن علیہ) اس (ابو ریحانہ) پر اعتماد نہیں کرتے تھے۔

یاد رہے کہ جمہور محدثین کے نزدیک ابو ریحانہ موثق ہے لہذا وہ حسن الحدیث ہے۔ واللہ

وما علينا إلا البلاغ

اعلان

مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں شیخ عبدالحسن بن حمد العباد البدر حفظہ اللہ کا بڑا مقام ہے۔ شیخ صاحب بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں۔ ان کی کتابوں میں سے اکثر (۷۱) صفحات کی ایک چھوٹی سی انتہائی مفید کتاب ”الحث علی اتباع السنة والتحذیر من البدع و بیان خطرها“ ہے۔ یعنی اتباع سنت کی ترغیب اور بدعات و نقصان بدعات سے تحذیر (ڈرانا)۔

اس کتاب کا ترجمہ حافظ عبدالمجید ازہر حفظہ اللہ نے سلیس اردو میں کیا ہے۔ حافظ صاحب پاکستان کے کبار علماء میں اعلیٰ مقام رکھتے ہیں۔

ان شاء اللہ ”الحديث“ حضرو کے اگلے شمارے (۱۴) سے یہ کتاب شائع کی جا رہی ہے۔

حافظ شیر محمد، مکتبہ الحدیث حضرو ضلع اٹک